موجودہ حالات میں

راہِ عمل

تصنیف:

حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم

شیخ الحدیث ''ثانی'' وناظم جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

ناشر:

شعبۂ نشرواشاعت جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ ضلع سہارنپور یوپی

01331. 232357 +9412508475

توضیحات

نام کتاب: راہِ عمل

نام مصنف: حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم
شیخ الحدیث ''ثانی'' وناظم جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

تعداد طباعت: گیارہ سو(1000)

ایڈیشن: ساتواں(۸)

قیمت: تیس(30)

ملنے کا پتے

مکتبۂ شریفیہ گنگوہ سہارنپور یو پی، انڈیا۔

فون: 09837235684,01331-232357

فہرست مضامین

انتساب	5
پیش لفظ	6
باب اول	9
ایمان کی مضبوطی اور عقیدۂ صحیحہ پر استحکام	//
دوسرا باب	13
اعمال صالحہ کا اہتمام	//
تیسرا باب	18
حرام کاموں اور جرائم سے بچنے کے سلسلہ میں	//
چوتھا باب	20
قتل وغارت گری اور اسکا انجام	//
پانچواں باب	23
شراب پینا اور اس کا انجام	//
جوا اور سٹہ بازی	27
چھٹا باب	28
زنا کاری اور اس کا انجام	//
ساتواں باب	34
سرقہ وڈاکہ زنی اور اسکا انجام	//
آٹھواں باب	38
سودخوری اور اس کا انجام	//

نواں باب	41//
اپنے اختلافی معاملہ کو آپس میں حل کر لینا چاہئے	//۴۸
دسواں باب	43//
مسلمان کو کیسا ہونا چاہیئے؟	//۵۱
گیارھواں باب	47//
طلاق اور اس کی خرابیاں	//۵۵
بارھواں باب	50//
تعلیم اور اس کے فائدے	//۵۸
تیرھواں باب	52//
آج کل کی سیاست اور اس کا انجام	//۶۰
ووٹ کی حیثیت	53//
چودھواں باب	55۶۲
ظالم طاقتوں سے کس طرح نمٹا جائے	//۶۴
دوسرا راستہ صبر وتحمل کا ہے	56//
پندرھواں باب	57//
دعاء کا اہتمام	//۶۶
جامعہ اشرف العلوم رشیدی ایک نظر میں	58//
	۶۷
	۷۴

انتساب

ان مخلص احباب کے نام جنکے قلوب میں امت کا درد ہے اور انکو اپنی اور دوسروں کی اصلاح کی فکر ہے، نیز یہ رسالہ برکت ہے اس مخلص بندہ کی جسکے ذریعہ سے عالم اسلام کے بہت بڑے طبقہ کو فیض پہونچا، جو اپنے اکابر واسلاف کے چہیتے اور محبوب تھے، جنکا قلب عشقِ الٰہی اور عشقِ رسول ﷺ کا بہترین سنگم تھا۔

جنکے ذریعہ سے ارضِ قدوس ورشید پر عالم اسلام کی عظیم دینی درسگاہ جامعہ اشرف العلوم رشیدی کی شکل میں ایک بہت بڑا چشمۂ فیض جاری ہوا جسکے ذریعہ سے لاکھوں انسانوں کو فیض پہونچا اور پہونچ رہا ہے اور قیامت تک پہونچتا رہے گا جو لاکھوں کرامتوں سے بڑھ کر ایک زندہ وجاوید کرامت ہے۔

اور جو ”انما یخشی اللّٰہ من عبادہ العلماء“ کے صحیح مصداق تھے

اور جو ”الذین یذکرون اللّٰہ قیاماً وقعوداً وعلیٰ جنوبھم ویتفکرون فی خلق السموات والأرض“ کا صحیح وسچا عملی نمونہ تھے۔

جن سے میری مراد میرے والد بزرگوار استاذ العلماء ولی کامل عارف باللہ، فانی فی اللہ، فانی فی الرسول ﷺ حضرت اقدس مولانا الحاج قاری شریف احمد صاحب نوراللہ مرقدہ ہیں، اللہ پاک آپکو عنایات بے غایات سے نوازے اور آپکو آپکی محنتوں کا اپنی شایان شان وخوب سے خوب تر بدلہ نصیب فرمائے، آمین۔

خالد سیف اللہ عفا اللہ عنہ

خادم حدیث وافتاء وجامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

پیش لفظ

بزرگانِ محترم برادرانِ اسلام!

آج جو حالات ہمارے اُوپر آرہے ہیں خواہ وہ ظالم حکومتوں کی طرف سے ہوں یا دیگر بلاؤں اور آفات کی شکل میں ہوں یہ سب ہماری بداعمالیوں کا نتیجہ ہیں، جب تک ہم اپنے اعمال اور معاملات درست کرنے کی طرف متوجہ نہیں ہونگے تب تک پریشانیوں، بلاؤں اور مصیبتوں سے اور ظالم حاکموں کے ظلم وستم سے نہیں بچ سکتے، برے اعمال اور غلط معاملات ہی کی پاداش میں ظالم حکمراں مسلط ہوتے ہیں اور بلائیں نازل ہوتی ہیں، اس وجہ سے ہر وقت اللہ پاک سے ڈرتے رہنا چاہئے اور اپنے اعمال ومعاملات کو صحیح کرتے رہنا چاہئے۔

۱۴۲۰ھ میں جب حکومتِ ہند نے مساجد ومدارس کے خلاف سیاہ بل بنایا تھا جس کے خلاف جگہ جگہ احتجاجی جلسے منعقد ہوئے تھے چنانچہ، جب ارض رشید پر ولیٔ کامل، عارف باللہ، جامع الاوصاف والکمالات، منبع الفیوض والبرکات حضرت الحاج مولانا قاری شریف احمد صاحب قدس سرہ العزیز بانی وناظم جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ (المتوفی ۲۴ر ربیع الاول ۱۴۲۶ھ) کی سیادت وقیادت میں ایک تاریخی احتجاجی جلسہ منعقد ہونا تھا اس وقت یہ رسالہ جلدی جلدی

میں لکھا گیا تھا تا کہ اجلاس میں تقسیم ہو سکے، الحمد للہ کثیر تعداد میں یہ رسالہ تقسیم ہوا بعد میں ہندی زبان میں بھی شائع ہوا، اس میں توفیق باری تعالیٰ ہی کو سب سے بڑا دخل ہے، اللہ پاک مزید قبولیت عامہ وتامہ عطا فرمائے آمین۔

چنانچہ تاریخ مقررہ پر جب وہ اجلاس ایک وسیع پیمانہ پر منعقد ہوا جس میں بہت سے علماء، صلحاء، اور اولیاء اللہ نے شرکت کی تھی، یہ رسالہ تقسیم کیا گیا تو بحمد اللہ تعالیٰ یہ مختصر رسالہ بہت مقبول ہوا اور تین ہزار کی تعداد میں تقسیم ہو کر ختم ہو گیا، جب عوام وخواص کا اصرار بڑھتا گیا اور توجہ زیادہ ہوتی گئی تو پھر ۱۴۲۴ھ میں حوالہ جات کی تحقیق کے ساتھ دوبارہ شائع کیا گیا، جب اس کا ایڈیشن بھی ختم ہو گیا اور اسکا تقاضہ بڑھتا گیا اس لئے اب ساتویں بار شائع کیا جارہا ہے۔

خوش قسمتی سے یہ مختصر رسالہ ہمارے احباب کو اتنا پسند آیا کہ بعض ہمارے احباب جو برطانیہ سے تعلق رکھتے تھے، تعلیم کیلئے جب مدرسہ میں آئے انہوں نے اس رسالہ کو انگریزی زبان میں ٹرانسلیٹ کیا، جن میں عزیزم مخلصم مولانا مفتی ابوبکر صاحب سلمہ ہیں۔

اور بفضل اللہ تعالیٰ اس رسالہ کا ترجمہ عربی زبان میں بھی کیا گیا ہے، جن میں ندوۃ العلماء کے قابل احترام طلباء نے حصہ لیا تھا، جواب اپنی اپنی جگہوں پر علماء وفضلاء کی حیثیت سے دین کی خدمت میں مشغول

ہیں، جزاہم اللہ تعالیٰ خیراً فی الدارین۔

اور بحمد اللہ تعالیٰ ہندی زبان میں مزید اضافہ کے ساتھ اس رسالہ کو شائع کیا گیا، اس کام کو عزیزم مخلصم ماسٹر علی نواز صاحب مدرس جامعہ ہٰذا نے کیا تھا، جزاہ اللہ تعالیٰ فی الدارین۔

اس رسالہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ موجودہ حالات میں مسلمانوں کو کیا کرنا چاہئے اور کیسا ہونا چاہئے، تاکہ وہ مصائب وآفات سے خود بھی بچ سکیں اور دوسروں کو بھی بچا سکیں اور پورے عالم کے لئے باعثِ رحمت ثابت ہوں۔

اللہ پاک اس سے امت کو فائدہ پہونچائے اور اس رسالہ کو مؤلف کے لئے اور اسکے والدین ماجدین اور اولاد واحباب کیلئے ذخیرۂ آخرت بنائے، آمین یارب العالمین۔

والسلام

خالد سیف اللہ عفا اللہ عنہ

خادم حدیث نبوی شریف وافتاء

وخادم جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

باب اول

ایمان کی مضبوطی اور صحیح عقیدہ پر استحکام:

اس بات کو خوب ذہن میں بٹھالیں کہ ہم ایمان والے ہیں: لاالہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ (ﷺ) کا دل وزبان سے ہم نے اقرار واعتراف کیا ہے۔

اس اقرار واعتراف کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے اس کا عہد کر لیا ہے کہ ہم اللہ اور اسکے رسول ﷺ پر پوری طرح ایمان رکھتے ہیں:

”اَللّٰہ رَبُّنَا وَالرَّسُول قَائِدُنَا وَالْقُرآنُ دُسْتُوْرُنَا وَالجَنَّةُ مَقَامُنَا“

یعنی اللہ پاک ہمارے رب ہیں اور رسول اللہ ﷺ ہمارے قائد، ہمارے متبوع، ہمارے پیشوا ہیں اور قرآن حکیم ہمارا دستورِ عمل، ضابطۂ حیات ہے، اس پر عمل کرنا ہمارے لئے جنت کی ضمانت ہے۔

یہ کلمہ انسان کو ایسی آزادی وحریت عطا کرتا ہے کہ ”سبحان اللّٰہ“ انسان کو تمام مذاہبِ باطلہ اور غیراللہ کی غلامی سے چاہے وہ انسان کی شکل میں ہو اور چاہے دوسری کسی بھی شکل میں

ہواس کی غلامی سے آزادی دلاتا ہے، یعنی ایسی غلامی جس سے شرک، کفر، بدعات وخرافات میں مبتلاء ہو جائے اور رہی اللہ والوں کی غلامی وہ تو اللہ پاک کی معرفت، عشق ومحبت اور انکی اطاعت حاصل کرنے کیلئے ہوتی ہے، اس سے یہ جذبہ ابھرتا ہے کہ اسکی پیشانی اب کسی غیر کے آگے نہیں جھک سکتی، اگر جھکے گی تو صرف اس ذات پاک خلاقِ عالم، احکم الحاکمین، رب العزت والجلال کے سامنے ہی جھکے گی جس نے سب کو پیدا کیا اور جو سب کو رزق عطا کرتا ہے، جس کے قبضۂ قدرت میں حیات ہے اور جس کے قبضۂ قدرت میں موت ہے۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

پانی پانی کر گئی مجھ کو قلندر کی یہ بات
جب جھکا تو غیر کے آگے نہ تن تیرا نہ من

ہماری تاریخ رہی ہے کہ ہم نے گردنوں کا کٹانا تو منظور کر لیا مگر جھکانا منظور نہیں کیا۔

میرے پیرومرشد حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڈھیؒ بیک واسطہ خلیفہ حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ نے فرمایا۔

شعر

کسی کے سامنے کیوں جھکوں پرواہ کیا مجھ کو
جب اس کے سامنے شوق سے گردن میری خم ہے

اورکسی نے کیا خوب کہا ہے :

جفا کی تیغ سے گردن وفا شعاروں کی
کٹی ہے مگر جھکی تو نہیں

اس کلمہ پرایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوسکتا ہے جب تک ہم تقدیر پر ایمان نہ رکھیں، تقدیر پر ایمان سے ہمارے لئے بہت بڑی تسلی کا سامان مہیا ہوتا ہے، اللہ پاک ارشاد فرمارہے ہیں: قُلْ لَنْ يُّصِيْبَنَا اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا هُوَ مَوْلٰنَا وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ (الاٰية)

آپ کہہ دیجئے کہ ہم پر کوئی مصیبت نہیں آسکتی مگر وہی جو ہمارے رب نے مقرر کردی ہو اور وہی ہمارا مولیٰ ہے اور اللہ پاک پر ہی بھروسہ کرنے والوں کو بھروسہ کرنا چاہیئے، ایسے ہی اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے ومالنا أن لانتوکل علی اللّٰہ وقدھدانا سبلنا ولنصبرن علی ماآذیتمونا وعلی اللّٰہ فلیتوکل المتوکلون ''اور ہم کو کیا ہوا کہ بھروسہ نہ کریں اللہ پر اور وہ ہم کو سمجھا چکا ہمارے لئے راہِ عمل اور ہم ضرور صبر کریں گے ایذاء وتکلیف پر جو تم ہمکو دیتے ہو اور اللہ پر بھروسہ کرنا چاہیئے بھروسہ کرنے والوں کو'' نیز اللہ پاک کا فرمان ہے: ومن یتوکل علی اللّٰہ فھو حسبہ ''اور جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے تو اللہ اس کے لئے کافی ہوجاتے ہیں''۔

جب یہ معاملہ ہے تو پھر خوف اور ڈرنے کا کیا مطلب ہے، مسلمان اللہ کا نام لینے والا ہے صرف اللہ پاک سے ڈرتا ہے اور کسی سے

نہیں ڈرتا بلکہ دوسرے اس سے ڈرتے ہیں، کیونکہ وہ اللہ پاک کا شیر ہے اس کے دل میں ایمان کی حرارت ہے اور جام شہادت پینے کا شوق اس کی تمنا اور خواہش ہوتی ہے۔

اگر اس کو اللہ پاک کا نام آزادی سے لینے کا حق نہ رہے تو وہ اس کے لئے اپنی زندگی ہی قربان کردینے کو اپنی اصل سعادت تصور کرتا ہے۔

شعر

نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے
یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے
میری زندگی کا حاصل میری زیست کی تمنا
تیرے عاشقوں میں جینا تیرے عاشقوں میں مرنا

حضرات صحابہ کرامؓ نے اللہ تعالیٰ اور انکے رسول مقبول ﷺ کی محبت میں سب کچھ قربان کردیا تھا۔

اس قربانی کی برکت سے ان کو ایسی سر بلندی حاصل ہوئی جس کی مثال ملنا مشکل ہے، حضرات صحابہ کرامؓ ہمارے لئے اصل نمونہ ہیں، انکے بعد وہ اکابرِ مرحومین ہیں جو ان کے نقش قدم پر چلے ہیں اور انہوں نے اعلاء کلمۃ اللہ کیلئے ہمیں بڑی سی بڑی قربانی دینا سکھایا ہے۔

اللہ پاک ہمارے اندر بھی وہ جذبہ پیدا فرمائے جس سے اسلام کی سربلندی ہو اور رضاء الٰہی حاصل ہو۔

آمین یارب العالمین

باب دوم

اعمال صالحہ کا اہتمام:

ایمان کی مضبوطی اور عقیدۂ توحید کے استحکام کے بعد دوسرا نمبر ہے اعمال صالحہ کے اہتمام کا اور اعمال صالحہ کو اختیار کرنا رضاء الٰہی کیلئے یہی اسلام ہے، ایمان باطنی کیفیت کا نام ہے اور اس پر اعمال صالحہ کا مرتب ہونے کا نام ہی اسلام ہے، ایمان میں اعمالِ صالحہ کے بغیر کمال نہیں آ سکتا اور نہ مؤمن، مؤمن کامل کہلانے کا مستحق ہوسکتا ہے، اس پر قرآن حکیم کی بہت سی آیات اور رسالت مآب ﷺ کی بہت سی احادیث وروایات شاہد ہیں۔

ایمان اور اعمال صالحہ کا آپس میں بہت جوڑ ہے، اعمالِ صالحہ بغیر ایمان کے آخرت میں مفید وکارآمد ثابت نہ ہوں گے، اگرچہ دنیا میں اللہ پاک ان کی برکت سے کچھ دے دیں، مگر آخرت میں بغیر ایمان کے ثواب نہ ملے گا۔

اور ایمان بغیر اعمال صالحہ کے مکمل نہیں ہے، اعمال صالحہ ہی سے ایمان کا ہونا معلوم ہوتا ہے، جتنا ایمان صحیح ہوگا اسی قدر اعمالِ صالحہ، اخلاقِ فاضلہ سے مزین ہوگا، ایمان بنیاد ہے اور اعمال صالحہ اس کی شاخیں ہیں۔

نبی پاک علیہ السلام کا فرمان ہے: ”عن أبی هريرةؓ قال قال رسول اللهﷺ الايمان بضع وسبعون شعبة

فأفضلها قول لا اله الا اللّٰه وأدناها اماطة الأذى عن الطريق والحياء شعبة من الإيمان“ (مشکوٰۃ شریف جلد اول)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایمان کی ستر سے زیادہ شاخیں ہیں، جن میں سب سے افضل کلمۂ توحید لا اله الا اللّٰه محمد رسول اللّٰهﷺ ہے اور سب سے ادنیٰ درجہ راستہ سے تکلیف دینے والی چیز کو ہٹانا ہے اور حیاء وشرم ایمان کا ایک خاص شعبہ ہے، ایمان اصل واساس ہے اور نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، قربانی، جہاد، صدقہ وخیرات یہ سب دین کے اہم اعمال وارکان ہیں۔

الغرض تمام ایمانیات، ایمان باللہ، ایمان بالرسولؐ، ایمان بالیوم الآخر اور اعمالِ صالحہ اور اخلاقِ کریمانہ یہ سب شجرۂ ایمان کی اہم ترین شاخیں ہیں۔

ایمان تب ہی مکمل ہوگا جب یہ شاخیں ہوں گی، جس طرح درخت بغیر شاخوں کے ناقص وادھورا لگتا ہے اسی طرح ایمان بغیر اعمال کے ناقص اور ادھورا رہتا ہے، بلکہ امام بخاریؒ تو فرماتے ہیں کہ ایمان ہی عملِ صالح ہے اس لئے کہ اللہ پاک نے فرمایا ہے ”وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي أُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (الآية)“ اور یہ جنت جس کے تم وارث بنائے گئے ہو یہ تمہارے اعمالِ صالحہ ہی کی برکت ہے“ جو ایمان کا تقاضا ہے، ورنہ تم اس جگہ کے لائق نہیں تھے، لہٰذا اعمالِ صالحہ کا اہتمام بہت ضروری ہے، افسوس آج مسلمان نماز،

روزہ، زکوٰۃ، حج جیسے ارکان میں بھی تساہل اور تغافل برتنے لگے ہیں، حالانکہ یہ بنیادی ارکان و اعمال ہیں۔

جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”بنی الاسلام علیٰ خمس شہادۃ ان لا الہ الا اللہ و ان محمداً عبدہ ورسولہ و اقام الصلوٰۃ و ایتاء الزکوٰۃ والحج وصوم رمضان“ (بخاری شریف جلد ا)

کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے (۱) توحید و رسالت پر ایمان اقرار واعتراف (۲) نماز (۳) زکوٰۃ (۴) حج (۵) روزہ (بخاری شریف ج ا ص ۶)

اسلئے مسلمانوں کو اعمالِ صالحہ کی طرف بہت زیادہ متوجہ ہونے کی ضرورت ہے، اس سے معاشرہ درست ہوگا اور اس سے امن وامان قائم ہوگا اور اس سے مؤمن عالَم کے لئے رحمت ہوگا ورنہ عذاب وزحمت بن جائے گا، اللہ پاک حفاظت فرمائے آمین۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن کریم فرقان حمید میں بہت سے مقامات پر ایمان اور اعمالِ صالحہ کرنے والوں کے لئے بشارتیں ذکر کی ہیں، چنانچہ سورۂ عنکبوت پارہ ۲۱/ میں فرماتے ہیں: وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ط نِعْمَ اَجْرُ الْعَامِلِيْنَ ہ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ (الآیۃ)

اور وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لائے اور انہوں نے اعمال صالحہ کئے، ہم ان کو جنت کے بالا خانوں میں قیام کرائیں گے، ایسے

محلات کے اندر جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی اور وہاں یہ لوگ ہمیشہ رہیں گے، یہ عمل کرنے والوں کا ایک بہترین بدلہ ہوگا، یعنی وہ لوگ صبر کرتے تھے اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے تھے۔

دیکھئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ایمان کے ساتھ نیک اعمال کرنے والوں کو کتنی بڑی بشارت سنائی ہے کہ اللہ پاک ان کو جنت کے شاہی محلات میں وہ بھی بلند وبالا منزلوں میں قیام کرائیں گے، جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور وہاں ان کو ہر قسم کی نعمت، راحت، لذت سے نوازا جائے گا اور وہ بے انتہاء خوش ہوں گے، یہ حضرات وہ تھے جو شریعت پر استقامت اختیار کرتے تھے اور ایمان اور یقین کے راستے میں اور اعمالِ صالحہ کے سلسلہ میں آنے والی دِقتوں اور پریشانیوں کو برداشت کرتے تھے اور ہر حال میں اپنے پروردگار پر کامل بھروسہ رکھتے تھے، اسی طرح اللہ سبحانہ وتعالیٰ سورۂ لقمان میں فرماتے ہیں: ”اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِيْمِ ہ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ط وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ط وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ“

بیشک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لائے اور شریعت کے مطابق اچھے کام کرتے گئے، ان کے لئے بے شمار نعمتوں کے باغات ومحلات ہوں گے جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، یہ اللہ پاک کا بالکل سچا وعدہ ہے اور وہ غالب ہیں اور وہ حکمت والے ہیں۔

دیکھئے یہاں بھی اللہ پاک نے ایمان اور اعمال صالحہ کو ایک

ساتھ ذکر کر کے جنتوں کا وعدہ فرمایا ہے اور وہاں کی دائمی اور حقیقی لازوال نعمتوں کے ساتھ زندگی کی بشارت دی ہے اور یہ فرما کر کہ یہ اللہ پاک کا وعدہ برحق ہے، اس پر اور مہر لگا دی ہے، ان بشارتوں کو سن کر ایمان والے کو ایمان کے مطابق اور شریعتِ مطہرہ کے مطابق اچھے اعمال میں زبردست طریقہ سے لگ جانا چاہیئے کہ اسی میں کامیابی ہے۔

نیز ایک موقعہ پر مزید ایمان اور اعمال صالحہ اختیار کرنیوالوں کے بارے میں فرماتے ہیں: اَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَأْوٰی نُزُلاً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (الآیۃ)

بہرحال وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے اعمال کئے، ان کے لئے ٹھہرنے کے بہترین باغات ومحلات ہوں گے اور وہاں ان کی زبردست طریقہ سے اکرام واعزاز کے ساتھ مہمان نوازی ہوگی، یہ ان کے اچھے اعمال کا بدلہ ہوگا ۔

تیسرا باب

حرام کاموں اور جرائم سے بچنے کے سلسلہ میں:

جرائم اور حرام کاموں کے ارتکاب سے بندہ اللہ پاک اور دوسرے بندوں کی نظروں میں مجرم بن جاتا ہے اور سب لوگ اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔

اللہ اور اس کے رسولؐ کی لعنت نیز فرشتوں کی لعنت اور دیگر مخلوقات حتیٰ کہ زمین وآسمان، بہائم وحیوانات بھی اس پر لعنت کرنے لگتے ہیں، دنیا میں بھی اس کو ذلت اٹھانی پڑتی ہے اور آخرت میں شدید عذاب میں اس کو گرفتار ہونا پڑے گا، وہاں کا کم سے کم عذاب بھی بہت خطرناک ہے، جس کے برداشت کرنے کی کسی میں طاقت نہیں ہے، تو بڑے عذاب کو کون برداشت کرسکتا ہے، اس لئے ضروری ہے کہ اس قسم کے کاموں سے احتراز کیا جائے جو عذاب الیم کا مستحق بنادیتے ہیں۔

جرائم کا ارتکاب کرنے کی وجہ سے گذشتہ امتوں کو اللہ پاک نے ہلاک کردیا، ان کی بستیاں پلٹ دی گئیں نیچے کا اوپر اور اوپر کا نیچے کردیا گیا اور ان پر سخت قسم کے پتھر برسائے گئے۔

کبھی بارش، کبھی ہواؤں، کبھی زلزلوں سے ان کو ہلاک کردیا گیا، اس لئے ان واقعات سے عبرت حاصل کرنا چاہئے اور

اپنے حالات کو درست کرنا چاہئے اور سمجھ لینا چاہئے کہ دنیا کی زندگی بہت معمولی اور ختم ہونے والی زندگی ہے، یہاں ہم کو آخرت کی تیاری کے لئے بھیجا گیا ہے، اگر ہم نے تیاری کر لی تو کام بن جائے گا ورنہ نقصان ہی نقصان ہوگا، اب ان جرائم کے سلسلے میں متنبہ کرنا ضروری ہے جو ہمارے معاشرے میں ناسور بن گئے ہیں اور جن کی وجہ سے امن وامان، چین وسکون ختم ہوگیا ہے اور جن برے اعمال کی وجہ سے برے حاکم غلط لیڈر ہمارے اوپر مسلط ہوگئے ہیں، جس کی آقاء مدنی نبی پاک ﷺ نے خبر دی تھی اَعْمَالُکُمْ عُمَّالُکُمْ اور اس کو اس طرح بھی فرمایا گیا کما تکونون کذلک یؤمر علیکم (مرقات شرح مشکوٰۃ)

فرمایا جیسے تمہارے اعمال ہوں گے ویسے تمہارے اوپر حاکم مسلط ہوں گے، خدا کی پناہ! خدا کی پناہ! جس کا علاج یہی ہے کہ جرائم چھوڑے جائیں اور اللہ پاک کی طرف استغفار وتوبہ کے ساتھ متوجہ ہوا جائے۔

چوتھا باب

قتل وغارت گری کا انجام:

آپس میں قتل وغارت گری، مار دھاڑ، چھوٹی چھوٹی باتوں پر ایک دوسرے کے خون کا پیاسہ ہونا، انسانیت، شرافت، مذہبِ اسلام، قرآن وحدیث کے خلاف بہیمانہ عمل ہے اور ایک سنگین جرم ہے۔

یہ ایک ایسا خطرناک جرم ہے کہ جس سے مسلمان کا اسلام، اس کا ایمان جاتا رہتا ہے، بلکہ وہ ظاہراً انسان ہے اور حقیقت میں وہ حیوان، درندہ جانور ہے، جو انسانوں کی قیمتی جان لے کر عذابِ الٰہی کا مستحق بن رہا ہے۔

اے قتل کرنیوالے انسان! اگر تو انسان ہے تو یہ تیری انسانیت کے خلاف ہے، جس طرح تو اپنی جان کو عزیز اور پیاری وقیمتی سمجھتا ہے تو دوسروں کی جان کو کیوں قیمتی اور پیاری نہیں سمجھتا؟ اگر تجھے اپنی زندگی پیاری ہے تو تجھے اپنے بھائی کی زندگی کیونکر پیاری نہیں ہے؟ دشمنی وعداوت کو چھوڑ! صبر وبردباری سے کام لے۔

انسانیت پر آکر اس کو معاف کردے اور اپنے لئے عذاب جہنم تیار نہ کر، اے قتل کرنے والے انسان! اگر تو مسلمان ہے تو پھر قتل وغارت گری تیرے ایمان کے خلاف ہے، تیرے اسلام کے خلاف ہے، تیرے اللہ کے خلاف ہے، تیرے رسولؐ کے خلاف ہے، جب تیرا معبود تیرا پیدا

کرنے والا تجھ سے ناراض ہو جائے گا تو کوئی پارٹی، کوئی جماعت، کوئی لیڈر، کوئی قوم، کوئی دولت تجھ کو خدا تعالیٰ کے عذاب سے اس کے قہر سے اس کی پکڑ سے نہیں بچا سکتی، کیا تجھ کو معلوم نہیں ہے کہ قتل کرنے کی سزا کیا ہے، اللہ پاک نے فرمایا کہ جو شخص کسی ایمان والے کو جان بوجھ کر قتل کرے گا اس کی سزا یہ ہے کہ وہ جہنم میں ہمیشہ ہمیش رہے گا، اللہ پاک ارشاد فرمارہے ہیں ''ومن یقتل مؤمنا متعمدا فجزائه جهنم خالداً فیها''۔

اور رسول مقبول رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مقتول قاتل کی پیشانی پکڑ کر لائیگا اور اللہ پاک کے دربار میں اپنی فریاد پیش کریگا۔

عن النبی صلی الله علیه وسلم قال یَجِئُ الْمَقْتُوْلُ بِالْقَاتِلِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ نَاصِیَتُهُ وَرَأسُهُ بِیَدِهِ وَاَوْدَاجُهُ تشخب دمًا یقول یارب قتلنی حتی یدنیه من العرش. (ترمذی)

اس وقت وہ تیرے دوست جو تجھ کو قتل کرنے پر ابھارتے تھے کچھ کام نہ آئیں گے، نیز اللہ پاک کا ارشاد ہے کہ جو شخص کسی کو قتل کرے گا اگرچہ ایک آدمی کو قتل کیا ہو تو گویا اس نے سارے انسانوں کو قتل کیا ہے، اس قدر عذاب اس پر ہوگا۔

مَنْ قَتَلَ نَفْساً بِغَیْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِیْ الأَرْضِ فَکَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعاً وَمَنْ أَحْیَا هَا فَکَأَنَّمَا أَحْیَا النَّا سَ جَمِیْعاً.

عن رسول اللّٰه ﷺ قال لو أن أهل السماء والأرض اشترکوا فی دمِ مؤمنٍ لَأکبهم اللّٰه فی النار ''اگر بالفرض تمام آسمان و زمین والے کسی ایک ایمان والے کے قتل کرنے میں شریک ہوں تو اللہ پاک ان سب کو جہنم کی آگ میں اوندھا کر دیں گے، جس میں وہ جل اٹھیں گے''

اگر تو نے ایسا کام کیا ہے تو توبہ کر کہ توبہ کا دروازہ جب تک سورج بجائے مشرق کے مغرب سے طلوع نہ ہو جائے کھلا ہوا ہے، سچی توبہ کر لے کہ توبہ سے انسان پاک وصاف ہو جاتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''التائب من الذنب کمن لا ذنب له (الحدیث)

توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسا کہ اس نے گناہ کیا ہی نہیں، اس لئے جلدی توبہ کر لو موت سے پہلے، کیوں کہ پھر توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔

پانچواں باب

شراب پینا اور اسکا انجام:

افسوس صد افسوس آج ہمارے معاشرہ میں شراب پینے والے بھی پائے جاتے ہیں، حالانکہ وہ اپنے آپ کو مسلمان کہلاتے ہیں۔

مگر کیا وہ مسلمان ہے؟ جو شراب جیسی ناپاک چیز جس کو شریعت نے حرام وناپاک قرار دیا ہے اس کو مزہ لے کر پیتا ہے اور اپنے بال بچوں پر ظلم کرتا ہے، اللہ پاک نے تجھ کو عقل وایمان جیسی دولتوں سے مالا مال فرمایا ہے، جن سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں ہے۔

عقل و ایمان ہیں رفیقِ دائمی
آنی جانی اور سب چیزیں ہیں بس

اپنی عقل کی قدر کر! شراب عقل کو خراب کردیتی ہے، صحت کو برباد کر دیتی ہے، شراب پینے سے آدمی جانور کی طرح ہوجاتا ہے۔

پاکی ناپاکی کا اس کو ہوش نہیں رہتا، یہ کیسی زندگی ہے جو جانوروں جیسی ہے؟ حالانکہ تو تو اشرف المخلوکات ہے، یہ تیرا کیسا ایمان ہے جو توبہ کرنے پر مجبور نہیں کرتا؟ اللہ پاک نے قرآن کریم میں شراب کی حرمت کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا ہے:

يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَ

زلام رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ •

بے شک شراب، جوا، بت اور قسمت معلوم کرنے کی تیری یہ سب چیزیں گندی ہیں، شیطان کے کام ہیں ان سے بچو تاکہ تم کامیاب ہوجاؤ، شیطان چاہتا ہے کہ تمہارے درمیان عداوت اور نفرت پیدا کردے، شراب اور جوا کے ذریعہ وہ تم کو اللہ پاک کی یاد اور نماز سے روک دے، کیا تم باز آؤ گے؟۔

اس آیت کریمہ میں اللہ پاک نے شراب، جوا اور انصاب اور ازلام کو ناپاک شیطانی عمل قرار دیا ہے، انصاب وہ پتھر ہیں جن کو مشرک لوگ کسی دیوی دیوتا کے نام پر کھڑا کردیا کرتے تھے اور ان کو پوجتے تھے اور ازلام قسمت معلوم کرنے کے تیر ہوتے تھے، یہ سب خرافات کفر وشرک ہیں، شیطانی حرکات ہیں، ان سب سے پرہیز کرنا ضروری ہے۔

ان چیزوں میں لگ جانے سے یادِ الٰہی، نماز، اچھے اخلاق سے آدمی دور ہوجاتا ہے اور ان چیزوں سے باہم نفرت، عداوت پیدا ہوجاتی ہے، جب ہوش آتا ہے پھر روتے پھرتے ہیں مگر اب کیا ہوسکتا ہے، شراب سے مال بھی برباد، عقل بھی برباد۔ عزت بھی ختم ہوجاتی ہے۔

بہت سے لوگ تو شراب میں مبتلا ہوکر گھر بھی فروخت کردیتے ہیں، اولاد کو ضائع کردیتے ہیں ان کے حقوق ختم کردیتے ہیں۔ **العیاذ باللہ**

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم
نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

نیز شراب سے شہوت اور بھی زیادہ بڑھ جاتی ہے، جو بسا
اوقات عصمت وعزت کو جڑ سے اکھاڑ دیتی ہے اور شراب پینے
والے اکثر حرام کاری، زناء اور بے حیائی کرنے لگتے ہیں، بلکہ
شراب زنا و بے حیائی، عقل کی خرابی، فسق و فجور، کفر وشرک تک
پہنچادیتی ہے، اسی وجہ سے فرمایا گیا ہے کہ اَلْخَمْرُ جُمَّاعُ الاِثْمِ
یعنی شراب گناہوں کا مجموعہ ہے۔ (الحدیث) نیز رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا: مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلوٰةُ اَرْبَعِیْنَ
صَبَاحاً .(الحدیث)

کہ شراب پینے والے کی چالیس دن کی نمازیں بھی قبول نہیں
ہوتی ہیں اور جو دنیا میں شراب پیئے گا وہ آخرت کی شرابِ طہور سے محروم
رہے گا، بلکہ جنت ہی اس پر حرام ہو جائے گی اور جہنم ٹھکانہ بن جائیگا اور
جہنم برا ٹھکانہ ہے، وہاں اس کو جہنمیوں کا خون پیپ، بدبودار چیزیں پلائی
جائیں گی، نیز فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ شراب پینے سے
ایمان جاتا رہتا ہے۔

لاَ یَشْرَبُ الْخَمْرَ حِیْنَ یَشْرَبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ (الحدیث)

اے شراب پینے والے! اگر تو مسلمان ہے تو جلدی توبہ کر کیونکہ صحابہ کرامؓ
نے جب شراب کی حرمت کا اعلان سنا تھا تو فوراً شراب چھوڑ دی تھی اور پانی
کی طرح شراب کے مٹکوں کو بہادیا تھا۔

آخر تو بھی ایمان رکھتا ہے، تجھے بھی مرنا ہے، اگر شراب پینے کی
حالت میں موت آگئی تو خاتمہ خراب ہو جائے گا، جہنم میں رہے گا، اللہ پاک
سے ڈر کر انجام کی فکر کر، آخرت کا خیال مرنے کا تصور دل میں پیدا کر لے،
چند دن کے مزہ کے چکر میں دائمی عذاب کیوں خرید رہا ہے۔

یہ کون سی عقل مندی ہے؟ باز آ ہمت سے کام لے جلدی اللہ پاک
کی طرف متوجہ ہو جا، تا کہ صحیح زندگی گذار سکے، یہاں بھی عزت ملے اور
آخرت میں بھی عزت پائے اور مرنے کے بعد بھی لوگ اچھا کہیں۔

رسول پاک علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: لاَ تُجَالِسُوا شارب
الخمر ولا تعودوا مرضاهم ولا تشهدوا جنائزهم فان شارب
الخمر یجئی یوم القیامة مسودا وجهه ، مد لعا لسانه علی
صدره یسیل لعابه علی بطنه یقذره کل من راٰه.(الحدیث)

شراب پینے والوں کے پاس نہ بیٹھو اور نہ ان کی عیادت کرو اور
نہ ان کے جنازہ میں شریک ہو، کیونکہ شراب پینے والا قیامت میں اس
طرح آئے گا کہ اس کا چہرہ سیاہ ہوگا، زبان سینہ پر پڑی ہوگی، لعاب
پیٹ پر بہتا ہوگا، جو اس کو دیکھے گا گھن کرے گا، نفرت کریگا، کہ یہ کون
منحوس آگیا ہے۔

جوااورسٹہ بازی:

شراب پینے کے ساتھ اکثرلوگ جوابازی،سٹہ بازی،تاش بازی، کبوتر بازی میں مست رہتے ہیں، ایسے لوگ شیطان ہیں، جو شیطانوں کے پیچھے دوڑتے ہیں، جانور کے پیچھے لگ کر اپنی عمر ضائع کرتے ہیں، نہ نماز کی پرواہ اور نہ اخلاق اچھے، زبان پر گالیاں، منھ بدبودار، گدھے کی طرح آوازیں نکالتے ہیں اللہ کی پناہ، حالانکہ یہ سب حرام اور ممنوع کام ہیں ان سب سے خدا کا عذاب اور غصہ مسلط ہوجاتا ہے اور افسوس کی انتہاء ہوجاتی ہے۔

جب یہ معلوم ہوتا ہے کہ مردوں تک ہی یہ چیزیں محدود نہیں ہیں بلکہ عورتیں بھی سٹہ بازی اور جوابازی میں مبتلا ہیں اور بزرگوں کے مزارات اور قبرستانوں تک کو نہیں بخشا جاتا وہاں بھی یہ حرکتیں کرتے ہیں، ان بزرگوں کی روحیں کس قدر اذیت محسوس کرتی ہوں گی اور بددعاء بھی کرتی ہوں گی؟ پھر خود اپنی بربادی کا رونا روتے ہیں۔

چھٹا باب

زناکاری اور اسکا انجام:

افسوس کی انتہا ہوجاتی ہے جب ہم اپنے معاشرہ میں، اپنی بستیوں میں، اپنے دیار میں، اپنے ملک میں، بلکہ پورے عالم میں کہیں بھی اس قسم کی ذلیل حرکت کے بارے میں سنتے ہیں، جس کے تصور سے زمین وآسمان کانپ اٹھتے ہیں، اللہ پاک کا غصہ بھڑک اٹھتا ہے، زمین، آسمان لعنت کرنے لگتے ہیں، انسان فرشتے اور جملہ مخلوقات اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔

العیاذ باللّٰہ الأمان والحفیظ: یااللہ ہماری ایسی ذلیل حرکات سے ہمیشہ حفاظت فرما اور نفس وشیطان کے پھندے سے ہمیں نکال دے، نفس وشیطان جب روح میں سرایت کرجاتا ہے تو پہلے اس کو بدنظری میں مبتلا کردیتا ہے، ہوتے ہوتے اس میں بے حیائی، بے شرمی کا مزاج پیدا ہوجاتا ہے، غلط سوسائٹی، غلط ماحول، عریانی، بے حجابی، آپس میں بے تکلف باتیں کرنا، جیسا آج کل نئی نسل کے نوجوان لڑکے اور لڑکیوں میں اس کا رواج بالکل عام ہوتا جارہا ہے، بہت ہی خطرناک ہے، اور اس سے زائد خطرناک ماں باپ کا اور ان کے بڑوں کا اپنے بچوں کے بارے میں حسن ظنِ رکھنا ہے کہ وہ ایسا کہاں کرسکتے ہیں، یہ سب جہالت اور قرآن وحدیث سے ناواقفیت اور مغربی تہذیب سے متأثر ہوکر یہ باتیں

پیدا ہوتی ہیں۔

اس قسم کے اسباب آج ہمارے گھروں میں داخل ہو گئے ہیں، جن سے ہر جرم ترقی کر رہا ہے، ان میں سرفہرست ٹی وی، وی سی آر اور آج کل موبائل فون تو مکمل فحاشی کا آلہ تمام تر خرابیاں پیدا کر رہا ہے، افسوس کا مقام ہے کہ موبائل فون میں نئی نئی فلموں کی قیمتاً ڈاؤن لوڈنگ کراتے رہتے ہیں جس میں صراحتاً اسراف وفضول خرچی ہے، جبکہ فضول خرچی واسراف سے تاکیداً منع کیا گیا، اللہ پاک ارشاد فرماتے ہیں: ولا تسرفوا انه لا یحب المسرفین اسراف نہ کرو اللہ پاک اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتے اور ایک جگہ پر فرمایا: ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین اور ایسے ہی فلم، ناچ گانے کے مناظر ہیں، چاہے وہ تصویروں میں ہوں اور چاہے وہ غلط ناولوں میں ہوں، یا غلط لوگوں کے پاس بیٹھنے کی شکل میں، یا بازاروں میں اختلاط کی وجہ سے، الغرض CD.VCR.TV. ریڈیو اور غلط تصویروں پر مشتمل ناول، اخبارات رسالے یہ سب اس جرم کے اسباب ہیں جن میں معاشرہ مبتلا ہے، بلکہ شیطانوں کی ایک بڑی پارٹی اس بے حیائی، بے غیرتی، بے شرمی کو ترقی دینے میں جان توڑ کوشش کر رہی ہے۔

امریکہ، برطانیہ، ہندوستان اس معاملہ میں بہت آگے جا چکے ہیں اور ان کے اثرات سے وہ دیار بھی محفوظ نہیں رہے جہاں قرآن کریم کا قانون نافذ ہے، بظاہر قانونِ قرآن نافذ ہے مگر اندر خانہ امریکہ، برطانیہ کی حکمرانی ہے، کیونکہ انہوں نے شیطانی آلات کا جال بچھا دیا ہے۔

کاش قرآن کریم کا قانون صحیح طور پر نافذ ہو جاتا تو ان سب خرافات سے وہ ارض طاہرہ حقیقت میں پاک ہو جاتی۔

انہی اسباب میں جن سے یہ گناہ عظیم بڑھ رہا ہے شادی ونکاح کرنے میں دیر کرنا بھی ہے، بہت سے خاندانوں میں یہ مرض چلا آرہا ہے وہ نکاح کرنے میں اس قدر تاخیر کر دیتے ہیں جس سے نوجوانوں کے مزاج پر غلط اثر واقع ہوتا ہے اور وہ برائیوں کی طرف مائل ہو جاتے ہیں، جب کہ اسلام نے نکاح میں عجلت وجلدی کرنے کی طرف رغبت دی ہے، فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس شخص کی بیٹی ۱۲ سال کی عمر کو پہنچ جائے اور وہ اس کی شادی نہ کرے جس کی وجہ سے اس سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو اس کا گناہ اس کے ماں باپ پر بھی ہوگا۔

عن عمر بن الخطابؓ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال مکتوب فی التوراۃ من بلغت له ابنته ثنتی عشرۃ سنة فلم یزوجها فرکبت اثما فاثم ذلک علیه . الحدیث. (ترمذی)

بعض دیار میں لڑکیوں میں بلوغ جلدی ہو جاتا ہے تو ماں باپ کو اس کا خیال کرنا بھی ضروری ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہؓ کا نکاح بلوغ کے فوراً بعد ہی کر دیا تھا اور اسی کی ترغیب دی ہے فرمایا کہ تین چیزوں میں تاخیر مت کرنا۔

(۱) نماز میں جب اس کا وقت ہو جائے۔

(۲) جب جنازہ حاضر ہو جائے تو تجہیز وتکفین، نماز وتدفین میں

جلدی کرنی چاہیے۔

(۳) اور بے نکاح لڑکی جب اس کا جوڑ مل جائے۔

اس پر عمل کرنے سے یہ خبیث مرض ختم ہوسکتا ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يا على ثلث لا تؤخرها (۱) الصلوٰة اذا اٰنت (۲) والجنازة اذا حضرت (۳) والايم اذا وجدت لها كفواً. (الحديث)

زنا ایسی حرام چیز ہے کہ تمام مذاہب وادیان تمام ممالک واقوام میں اس کو حرام وممنوع اور معیوب سمجھا گیا ہے کبھی کسی مذہب کسی قوم میں زنا اچھا کام نہیں سمجھا گیا ہے چاہے جہالت کی وجہ سے وہ یہ کام کرتے ہوں یہ الگ بات ہے۔

اللہ رب العزت والجلال ارشاد فرماتے ہیں: **ولا تقربوا الزنى انه كان فاحشة ومقتاً وساء سبيلاً. (الآية)**

زنا کے قریب بھی نہ جانا کہ وہ بے حیائی اور اللہ پاک کی ناراضگی کا راستہ ہے زنا سے شہوت میں کبھی تسکین نہیں ہوتی بلکہ یہ آگ بڑھتی رہتی ہے اور جہنم کی آگ میں پہنچا کر دم لیتی ہے زنا سے آدمی ذلیل وخوار ہو جاتا ہے پوری قوم کی نظر میں گر جاتا ہے اور اس کے رزق میں بھی تنگی ہو جاتی ہے اس کی عزت خاک میں مل جاتی ہے اس کی نسل خراب ہو جاتی ہے اور فسادِ عام پھیل جاتا ہے، زنا کا سدباب نکاح ہے اس لئے اسلام نے نکاح کو عام کر دیا ہے بلکہ جب حرام کاری میں ملوث ہو جانے کا اندیشہ پیدا ہو جائے تو نکاح واجب وفرض بھی ہو جاتا ہے، **وعند التوقان واجب.**

قال رسول الله ﷺ يا معشر الشباب من استطاع منكم الباءة فليتزوج فانه أغض للبصر وأحصن للفرج ومن لم يستطع فعليه بالصوم فانه له وجاء. (الحديث)

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اے نوجوانوں کے گروہ جو تم میں سے نکاح اور اس کے اخراجات (روٹی کپڑا اور مکان) کی استطاعت رکھتا ہو تو اس کو فوراً نکاح کر لینا چاہیے، اسلئے کہ نکاح سے نگاہ پست ہوتی ہے اور شرمگاہ کی حفاظت ہوتی ہے اور جس کو استطاعت نہ ہو تو وہ روزہ رکھا کرے اس سے اس کی قوۃ شہوانیہ کم ہو جائیگی۔

اگر ایک نکاح کے باوجود بھی تسکین نہ ہو تو دوسرا نکاح کر لینے میں بھی مضائقہ نہیں ہے اگر اس سے بھی تسکین نہ ہو تو تیسرا بلکہ چوتھا نکاح بھی کرسکتا ہے اس میں شرعاً کوئی عیب نہیں ہے اور جو اس کو معیوب سمجھے اس کو اپنے ایمان کی خیر منانے کی ضرورت ہے کیونکہ اللہ پاک کی دی ہوئی رخصت اور مصلحت کو حرام یا معیوب سمجھتا ہے ہاں مگر متعدد نکاح کرنے کے لئے جسمانی قوت اور اقتصادی حالت کا بہتر ہونا اور عدل وانصاف قائم کرنا ضروری ہے ورنہ سخت گناہ میں مبتلا ہو جائے گا اور فساد برپا ہو جائے گا کیونکہ حقوق العباد میں نقصان عظیم واقع ہوگا، اس وجہ سے اکثر حضرات منع کرتے ہیں، کیونکہ عموماً لوگ عدل وانصاف نہیں کر پاتے ہیں جس پر وعید ہے، اس طرح قیامت کے دن آئے گا کہ اس کی ایک جانب مفلوج ہوگی۔

عن أبي هريرةؓ عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: اذا

كانت عند الرجل امرأتان فلم يعدل بينهما جاء يوم القيامة وشقه ساقط. (الحديث) ترمذی

متعدد نکاح کرنا اگر معیوب ہوتا تو نہ انبیاءؑ کرتے نہ سب انبیاءؑ کے سردار نبی آخر الزماں محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کرتے اور نہ صحابہ کرامؓ کرتے اور نہ تابعین کرتے اور نہ بڑے بڑے محدثین اور اولیاء کرتے وہ سب ہم سے زائد حیا اور تقویٰ شعار اور خوف خدا رکھنے والے تھے، اللہ پاک ان کے درجات بلند فرمائیں ہمارے لئے ان کے کاموں میں بہترین اسوہ موجود ہے اور ان خبیث لوگوں کو اسوہ کیسے بنایا جاسکتا ہے جنکی نظر میں دوسرا نکاح حرام کا درجہ رکھتا ہے اور زنا کاری ان کا فیشن ہو چکا ہے اور اس میں شراب اور سور کے گوشت کو بہت بڑا دخل ہے کہ ان دونوں چیزوں سے بے حیائی اور زنا کا دروازہ کھلتا ہے اور یہ سب اسلام کی نظر میں سخت حرام اور ممنوع ہیں زنا کاری سے ایمان خطرہ میں پڑ جاتا ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یزنی الزانی حین یزنی وھو مؤمن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زنا کار کا ایمان زنا کی حالت میں چلا جاتا ہے وہ اس وقت مؤمن نہیں رہتا، بلکہ بعض روایات میں ہے کہ ایمان سائبان کی طرح ہو جاتا ہے جب وہ توبہ کر لیتا ہے تو لوٹ جاتا ہے، یہ کار خبیث اس قدر بڑا جرم ہے کہ اس کی سزا اسلام میں بہت سخت ہے، اگر شادی شدہ ہے تو اس کی سزا پتھروں سے ہلاک کر دینا ہے اور اگر شادی شدہ نہ ہو تو ۱۰۰ کوڑے لگائے جانے کا حکم ہے، ایک جگہ باری تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو زنا

کاری میں مبتلا ہوگا آخرت میں اسکو ڈبل عذاب دیا جائیگا اور وہ جہنم میں ہمیشہ ہمیش رہیگا۔

يُضَاعفُ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَخْلُدْ فِيهِ مُهَاناً اِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلاً صَالِحاً فَاُولٰئِکَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنَاتٍ ہ (سورۂ فرقان)

ہاں مگر جو توبہ کرے گا اور ایمان اور عمل صالح والا راستہ اختیار کرلے گا تو ایسوں کے گناہ اللہ پاک نیکیوں سے بدل دیں گے چنانچہ بعض صحابہ کرامؓ سے بتقاضائے بشریت جب یہ گناہ صادر ہو گیا تو ان حضرات نے اس قدر مضبوط و صحیح توبہ فرمائی کہ ان کا درجہ اور بلند ہو گیا اور جن لوگوں نے ان کے بارے میں برے کلمات کہے ان کو اس سے روکا گیا اور انکے مقام سے آگاہ کیا گیا ان سب واقعات میں بڑی عبرت ہے۔

ساتواں باب

سرقہ وڈاکہ زنی کا انجام:

آج ہمارے معاشرہ میں چوری کرنے اورڈاکہ ڈالنے والوں کی تعداد بھی بڑھتی جارہی ہے،حالانکہ چوری کرنا سخت گناہ ہے عقلاً ،اخلاقاًاور شرعاً بھی گناہ ہے اور اس کی سزا بھی سخت ہے ،ایک جگہ اللہ پاک نے فرمایا کہ چوری کرنے والا مرد ہو یا عورت ہوان دونوں کے ہاتھ کاٹ ڈالو یہ ان کے جرم کی سزا ہے۔

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا أَيْدِيَهُمَا جَزَآءً بِمَا كَسَبَا نَكَالاً مِنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (الآ ية)

چوری کرنیوالے کوسوچنا چاہیے کہ اگر دوسرا کوئی اسکا مال چوری کرلے توکس قدر تکلیف ہوگی اور یہ ہرگز اس کو پسند نہیں کریگا تو دوسرے کے مال پر غلط نظر کیوں رکھتا ہے اس کو حلال طریقہ سے کمانا چاہیئے اور حلال کمانا باعث برکت بھی ہے اور باعث ثواب بھی ہے بلکہ جہاد کے برابر ثواب ہے۔

حضرت فاروق اعظمؓ فرماتے ہیں: کہ میں اپنے اہل وعیال کے لئے محنت سے کمائی کروں یہ مجھے جہاد میں جانے اور مرنے سے زیادہ اچھا لگتا ہے امام محمد نے کتاب الکسب میں یہ قول ذکر فرمایا ہے۔

انبیاء علیہم السلام نے بھی جائز پیشے اختیار فرمائے، تجارت ،

زراعت ،صنعت وغیرہ اوراکتسابِ مال کے لئے محنت فرمائی ہے اور اس کی ترغیب بھی دی ہے،مال جب جائز راستہ سے کمایا جاسکتا ہے تو یہ حرام طریقہ کیوں اختیار کرتا ہے جس سے دنیا اور آخرت دونوں برباد ہوجاتی ہیں اور دل کا سکون کبھی میسر نہیں آسکتا ہے،کیونکہ دوسروں کی بددعا لے کرسکون کس کواور کس طرح مل سکتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی مسلمان بھائی کا مال حلال نہیں ہے جب تک وہ خوش دلی سے نہ دیدے۔

قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم اَلاَ لاَ تَظْلِمُوا اَلاَ لاَ يَحِلُّ مَالُ اِمْرَءٍ اِلَّا بِطِيْبِ نَفسٍ مِنْهُ. (الحديث)

اوررسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مظلوم کی بدعاء سے بچواس کی بدعا اللہ پاک کے یہاں قبول ہونے میں کوئی حجاب ورکاوٹ نہیں رہتی ہے۔

قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم اتقوا دعوة المظلوم فانها ليس بينها وبين اللّٰه حجاب. (الحديث)

جس کا مال چوری ہوتا ہے وہ مظلوم ہوجاتا ہے اور ہروقت بدعاء کرتا رہتا ہے اگر تیرے پاس مال کم ہے تو زیادہ کی صحیح طریقہ سے کوشش کر اورقناعت سے کام لے کہ قناعت سے بڑھکر کوئی خزانہ نہیں ہے" اور قناعت اللہ پاک کے یہاں پسندیدہ عمل ہے" قناعت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم

کو پسند تھی، اولیاء اللہ کا شعار تھا۔

انکے واقعات سے سبق حاصل کرو جو پہلے بڑے بڑے جرائم میں مبتلاء تھے اوران کوکبھی سکون حاصل نہیں ہوتا تھا، جب انہوں نے توبہ کرلی تو ان کی عزت اور بڑھ گئی اور وہ اچھے انسانوں میں شمار ہوگئے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا اعلان ہے کہ ایسے لوگ جو علانیہ یہ کام کرتے ہیں اللہ پاک کے دشمن ہیں ان کی سزا یہ ہے کہ ان کوقتل کردیا جائے پھانسی پرلٹکا دیا جائے اوران کے پیر کاٹ کر مفلوج بنا دیا جائے تا کہ ایسے لوگ پڑے پڑے مرجائیں اورمخلوق خدا کواطمینان حاصل ہو یہ فسادیوں اور غنڈے لوگوں کی سزا ہے۔

اَلَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الأَرْضِ فَسَاداً أنْ يُقَتِّلُوْا أوْ يُصَلِّبُوْا أوْتُقَطَّعَ أيْدِيهِمْ وَأرْجُلَهُمْ مِنْ خِلَافٍ أوْ يُنْفَوْا مِنَ الأرْضِ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ.

''ان کی سزا جو اللہ تعالیٰ سے اوراس کے رسول سے لڑیں اورزمین میں فساد کرتے پھریں یہی ہیکہ وہ قتل کردیئے جائیں یا سولی چڑھا دیئے جائیں یا مخالف جانب سے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے جائیں یاانہیں جلا وطن کردیا جائے، یہ تو ہوئی ان کی دنیوی ذلت ورسوائی اورآخرت میں ان کے لئے بڑا بھاری عذاب ہے''۔

کس قدر سخت سزا ہے اور ایسے لوگ ہمیشہ اللہ پاک کے غضب اور غصہ میں رہتے ہیں اور یہ لوگ ہیں کہ اس کی گرفت سے بے خوف ہوجاتے ہیں حالانکہ یہ صرف ڈھیل ہوتی ہے اورآخرکاران پر خدا کا غضب خدا کا قہر، خدا کا غصہ آکر رہتا ہے یہ بچ کرنہیں جاسکتے۔

اے چوری کرنے والے اگر تیرے دل میں ایمان کا کچھ حصہ ہے تو اس کام سے توبہ کرلے مخلوق خدا کی بددعائیں مت لے۔

اے ڈاکہ ڈالنے والے اگر تیرے اندر ایمان کا کوئی حصہ ہے تو پھر اللہ پاک سے توبہ کیوں نہیں کرلیتا۔

اے اللہ کے بندے اچھے بندوں میں اپنا نام لکھوا اور ایسے دوستوں سے دور ہوجا وہ دوست سانپ اوراژدھے سے زیادہ خطرناک ہے جو تجھ کو بُرے خیالات اور برے کاموں کی طرف لے جارہا ہے، کیونکہ اس سے ایمان کا خطرہ ہوسکتا ہے۔

یار بد، بدتر بود از مار بد
حق ذاتِ پاک اللہ الصمد
یار بد، آرد ترا سوئے جحیم
یار نیکو گیرتا یابی نعیم

آٹھواں باب

سودخوری اوراسکاانجام:

ہمارے لوگوں میں سودی کاروبار، سودی لین دین بھی عام ہوتا جارہا ہے، کتنے لوگ تو ایسے ہیں جو اس کو حلال سمجھتے ہیں حالانکہ نصوص قطعیہ آیات واحادیث میں اس کی حرمت صاف طور پر بیان فرمائی گئی ہے اوران نصوص میں ''دار الاسلام ، دار الحرب ،دار الکفر'' کی تفصیل کے بغیر حرمت کا اعلان ہے اور جن بعض روایات سے دارالحرب میں سودی کاروبار کی اجازت معلوم ہوتی ہے ان میں علماء نے کلام فرمایا ہے اوران کو مرجوح قرار دیا ہے۔

اور بعض لوگ حرام سمجھتے ہوئے اس کاروبار میں مبتلا ہیں اور بعض ایسے بھی ہیں جن کو سود لینے کا اس قدر مزہ پڑ گیا ہے کہ وہ اپنے غریب مسلمان بھائیوں کو بھی سود کے بغیر قرض دینا گوارہ نہیں کرتے۔

یہ کس قدر بے رحمی کی بات ہے حالانکہ سود کی مذمت میں اس قدر سخت وعید وارد ہوئی ہے کہ اس سے زائد کا تصور ممکن نہیں ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ نے فرمایا: کہ وہ جہنم کی آگ جو اللہ پاک نے کفار کے لئے تیار کی ہے اس کی سود کھانے والوں کی دھمکی دی ہے چاہے وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہوں اوران کے ساتھ اللہ کا اعلان جنگ ہے اور ساتھ

ساتھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جنگ کا اعلان کیا ہے، کون مسلمان ہے جو جنگ کا تصور کرسکتا ہے کیونکہ وہ اللہ اوراس کے رسول ﷺ کی محبت وعشق میں جان فدا کرتا ہے اوران کی اطاعت تو اس کا مقتضی ایمان ہے، جس کے بغیر اسکی زندگی نامکمل ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سود کا کم ازکم درجہ اپنی والدہ سے زنا کے برابر ہے، اس قدر سخت بات سننے اور جاننے کے بعد بھی مسلمان سود لینے پر کیسے اقدام کرتا ہے اللہ کی پناہ۔

عن أبی هريرة رضی اللّٰه عنه قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم اتيت ليلة اسری بی علی قوم بطونهم كالبيوت فيها الحيات نری من خارج بطونهم فقلت من هٰؤلاء يا جبرائيل قال هٰؤلاء اكل الربا.(الحديث)

حضرت ابو ہریرہؓ نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں شب معراج میں ایسے لوگوں کے پاس سے گذرا جن کے پیٹ ایسے گھروں کی طرح تھے جن میں سانپ پلتے ہیں جو اوپر سے نظر آرہے تھے میں نے معلوم کیا کہ کون ہیں؟ بتایا گیا کہ یہ سود کھانے والے لوگ ہیں۔

قساوتِ قلبی اور بداخلاقی کی انتہا ہوگئی کہ مسلمان ایک دوسرے مسلمان سے بھی سود کا معاملہ کرنے لگے ہیں حتی کہ قرض بلا سود دینا لینا بھی بہت کم ہوگیا ہے اور سیکڑے پر قرض کا رواج بکثرت ہوتا جارہا ہے

جس کی حرمت منصوص ہے۔

عن ابی مسعودؓ ما ظهر فی قوم الربا والزنا الا احلوا بانفسهم عقاب اللّٰه. (الحديث)

ابن مسعودؓ سے منقول ہے کہ جس قوم میں سود اور زنا کاری عام ہوجاتی ہے ان پر اللہ کا عذاب اترتا ہے۔

عن أبی هريرةؓ :اذا أراد اللّٰه بقرية هلاكاً أظهر فيهم الربا .(الحديث)

ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جب اللہ پاک کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو ان میں سود کا رواج عام ہوجاتا ہے۔

عن أبی هريرةؓ :قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم الربا سبعون حوبا أيسرها أن ينكح الرجل أمه.(الحديث)

نیز آپؐ نے فرمایا کہ سود کے ستر گناہ ہیں جن میں کم سے کم درجہ اپنی ماں سے زناء کے برابر ہے العیاذ باللہ حضرت ابن مسعود اور حضرت ابوہریرہؓ نے یہ باتیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھیں (کنز العمال)۔

نواں باب

اپنے اختلافی معاملہ کو آپس میں حل کر لینا چاہیے:

مسلمانوں کی بربادی اور تباہی کی چیزوں میں ان کے اختلافات باہمی کو بہت بڑا دخل ہے اس اختلاف میں گھریلو اختلافات زوجین کے یا بھائیوں کے یا رشتہ داروں کے یا انجمنوں کے یا اداروں کے سبھی اختلافات شامل ہیں ان اختلافات کے نتیجہ میں آج کل عدالتوں اور کچہریوں میں مسلمان مردوعورتوں کی تعداد بہت زیادہ ہوگئی ہے، جس کی وجہ سے ان کی عزت، ان کا قیمتی وقت، ان کا قیمتی مال، ان کی جان، سب کا زبردست نقصان ہورہا ہے۔

مگر ہر فریق ہٹ دھرمی، ضد عناد و دشمنی کا مظاہرہ کرنے میں فخر محسوس کرتا ہے معاملہ ختم کرنے کے لئے جھکنا حرام سمجھتا ہے یہ سب شیطانی حرکت ہے، قرآن کریم اختلافات نزاعی معاملات میں یہ حکم دیتا ہے، قرآن پاک کی طرف رجوع کرو اللہ پاک کے فیصلہ پر راضی رہو، وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ . (الآية)

جو اللہ پاک کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کرے بلکہ دوسرا فیصلہ تلاش کرے اور اس کو اختیار کرے اس کا ایمان خطرہ میں پڑ جائے گا اور ایسے لوگ فاسق و گنہگار رہوں گے، قرآن کریم کے بعد دوسرا مرجع حدیث پاک ہے، اپنے نزاعی معاملات کو حدیث پاک سے حل کروا گر مسئلہ

قرآن پاک سے حل نہ ہو۔

اللہ پاک فرماتے ہیں فَلاَوَرَبِّکَ لاَ یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ ثُمَّ لاَ یَجِدُوْا فِیْ أَنْفُسِھِمْ حَرَجاً مِمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْماً. (الآیۃ)

خدا کی قسم یہ لوگ ہرگز ایمان کامل والے نہیں ہو سکتے ہیں جب تک اپنے اختلافی معاملات میں آپ کو حاکم و فیصلہ کرنے والے نہ بنائیں اور پھر آپ کے فیصلہ پر اپنے دل میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں اور دل و جان سے تسلیم کریں، قرآن و حدیث کا فیصلہ براہ راست معلوم ہونا مشکل ہے، کیوں کہ عموماً ہم اس قدر علم نہیں رکھتے ہیں جو اپنے معاملات کا حل خود نکالیں۔

لہذا علماء وقت سے اپنے معاملات میں رجوع کرنا لازم ہوجاتا ہے کیونکہ علماء اللہ کے قانون کے ترجمان ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب وخلیفہ ہیں ان کا فیصلہ قرآن وحدیث کی روشنی میں ہوگا، پھر اس فیصلہ پر راضی رہنا ضروری ہے تب ہی ایمان کامل ہوگا۔

بالفرض اگر وہ فیصلہ ہمارے خلاف بھی ہو تب بھی عدالت وکورٹ میں جاکر وقت، عزت، جان ومال برباد ہونے سے تو حفاظت ہوگی اور اس کاعوض انشاءاللہ آخرت میں بھی حاصل ہوگا۔

دسواں باب

مسلمان کو کیسا ہونا چاہیے؟

مسلمان کو کیسا ہونا چاہیے؟ اسکا جواب یہ ہے کہ مسلمان کو مضبوط عقیدہ والا بہترین کردار کا نمونہ ہونا چاہیے، اسکے اخلاق عمدہ ہوں، اس کے اعمال اچھے ہوں، حقوق اللہ، نماز، روزہ، عبادت سے شغف رکھتا ہو، کوئی بھی حال ہو نماز سے غافل نہ رہتا ہو، زکوٰۃ ادا کرتا ہو، روزہ رکھنے والا ہو، حج کرے اور تمام ہی ارکان اسلام کو ادا کرنے والا ہو، حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد کو صحیح جانتا ہو، اور ان کو صحیح صحیح ادا کرتا ہو، کیونکہ دین حقوق اللہ اور حقوق العباد کے مجموعہ کا نام ہے۔

اس کی زندگی میں ایمان واسلام کا نور ہو، وہ سب کے لئے رحمت ہو، اپنوں کے ساتھ کریم اور نرم اخلاق اور غیروں کے مقابلہ میں شجاع اور شیر ہو، حضرات صحابۂ کرامؓ کے سلسلہ میں اللہ پاک نے ارشاد فرمایا أَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ تَرَاھُمْ رُکَّعاً سُجَّداً یَّبْتَغُوْنَ فَضْلاً مِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَاناً. (الآیۃ)

کافروں پر سخت ہیں آپس میں رحم دل تو ان کو دیکھے گا کہ رکوع اور سجدے کر رہے ہیں اور اللہ کے فضل ورضا مندی کی تلاش میں ہیں۔

لہذا مسلمان کو اللہ پاک کے فضل کی تلاش میں مشغول رہنے والا ہونا چاہیئے، اے مسلمان! اپنے آباء واجداد کے حالات پڑھ اور غفلت سے بیدار ہو، اپنے اندر جذبہ ایثار وجوانمردی پیدا کر۔

آج تو اپنوں کے مقابلہ میں شیر بن گیا ہے اور دوسروں کے مقابلہ میں بلی کی طرح ہو گیا ہے، حالانکہ تجھ کو اس کا برعکس ہونا چاہیئے تھا، بزدلی مسلمان کا شیوہ نہیں ہے۔

وہ خدا کا شیر ہے ساری مخلوق اس سے ڈرنے والی ہے، خدا کے لئے اپنا طریقہ بدل دے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ اور اپنے اسلاف وصالحین کے نشانات قدم پر چل پھر دیکھ دنیا بھی تیری ہے اور عقبیٰ بھی تیری ہے، آخر وہ کیا طاقت تھی کہ صحابہ کرامؓ نے جس کی وجہ سے قیصر وکسریٰ کی حکومتوں کو جھکا دیا تھا، رستم جیسے پہلوان ان کے قدموں میں آ کر گرے تھے، تو بھی انہیں حضرات کا نام لیوا ہے ان سے محبت کا دم بھرتا ہے، مگر تیرے اندر ان کے اوصاف کا دسواں حصہ بھی موجود نہیں ہے۔

تھے تو وہ آبا تمہارے ہی مگر تم کیا ہو
ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظر فردا ہو

جب مسلمان متحد تھے اس وقت ان کی قیمت وطاقت کو سارا زمانہ جانتا اور مانتا تھا اور جب آپس میں تقسیم ہو گئے تو سارے عالم کے سامنے

ذلیل ہو گئے۔ آپس میں اتحاد واتفاق قائم کرو اللہ پاک فرماتے ہیں۔

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعاً وَلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ أَعْدَآءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖ اِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِنْهَا كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ آيَاتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ۔

اور تم سب اللہ پاک کی رسی کو مضبوطی کے ساتھ پکڑ لو اور آپس میں تفرقہ بازی مت کرو اور اپنے اوپر اللہ عزوجل کی نعمت کو یاد کرو جسوقت کہ تم آپس میں دشمن تھے تو اللہ پاک نے تمھارے درمیان الفت ومحبت ڈالدی تو پھر تم سب کے سب اللہ کے فضل خاص سے بھائی بھائی گئے حالانکہ تم جہنم کے کنارے پر پہونچ گئے تھے تو اللہ پاک نے اپنے فضل وکرم سے تمہیں وہاں سے نکالا، ایسے ہی اللہ تبارک وتعالیٰ تمہارے سامنے اپنی نشانیاں بیان کرتا ہے تاکہ تم راہ یاب ہو جاؤ، لہذا اپنے اختلافات ونزاعات کو بھلا کر باہم بھائی بھائی بن جاؤ۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”لا تحاسدوا ولا تباغضوا وکونوا عباد اللہ اخواناً“ (الحدیث)

خیر اب بھی کچھ نہیں بگڑا، جلدی سنبھل جاؤ دیکھو یہ یہود ونصاریٰ مسلمانوں کو لقمہ تر سمجھتے ہیں اور مسلمانوں کے خلاف سب ایک ہیں، پھر بھی

ہمارے اندر آپس میں اتحاد واتفاق کیوں پیدا نہیں ہوتا؟ جس طرح الکفر ملة واحدة ہے اسی طرح الاسلام ملة واحدة ہونا چاہیے۔

قرآن کریم میں اللہ پاک نے صاف طور پر فرمادیا ہے کہ تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں، رنگ ونسل، ذات برادری، وطن کے سارے اختلافات کو اسلام نے ختم کردیا تھا اور اعلان کردیا تھا وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْباً وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقَاكُمْ .(الآیة)

اور ہم نے تم کو خاندانوں اور برادریوں میں جو بانٹا ہے وہ تعارف کے لئے اور تم میں اللہ پاک کو پسند وہ ہے جو متقی ہے، یہ تقسیم تکبر اور بڑائی کے لئے نہیں ہے بلکہ تعارف کے لئے ہے اور اس نے تمہارے قلوب میں الفت پیدا کردی اور تم اس کی رحمت سے آپس میں بھائی بھائی ہوگئے۔

اتحاد واتفاق کے بغیر مسلم قوم کسی طرح کامیاب نہیں ہوسکتی۔

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کیلئے
نیل کے ساحل سے لیکر تابخاکِ شغر

گیارہواں باب

طلاق اور اسکی خرابیاں:

معاشرہ میں آج کل طلاق کا مرض بھی عام ہوتا جارہا ہے جس کی وجہ سے خاندانوں میں بگاڑ مقدمہ بازیاں، رشوت، جیل خانہ جانا، یعنی جان ومال کی بربادی، بےعزتی، اولاد کے حقوق کا ضیاع یہ سب باتیں ظہور میں آرہی ہیں۔

حالانکہ طلاق اسلام کی نظر میں بہت بری چیز ہے اللہ پاک کو جوڑ پسند ہے نکاح میں جوڑ سے اللہ پاک خوش ہوتے ہیں اور طلاق سے عرش الٰہی غضب اور غصہ کی وجہ سے حرکت کرنے لگتا ہے تمام مباح چیزوں میں سب سے زیادہ طلاق اللہ پاک کو ناپسندیدہ ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم أبغض المباحات عند اللّٰه الطلاق. (الحديث)

طلاق سے شیطان بہت خوش ہوتا ہے کہ اب اس کو دونوں (زوجین) اور ان کے خاندان ومتعلقین کو دین سے دور کرنے کا بہت بڑا ہتھیار ہاتھ لگ جاتا ہے۔

طلاق کی بڑی وجہ شوہر کی جلد بازی، بےصبری ہے بات بات پرغصہ کرنا جیسا کہ آج کل نوجوانوں کی عادت بن گئی ہے اور بہت

سے نوجوان شراب و نشے کے عادی ہو گئے ہیں، حالانکہ شراب حرام ہے اس کا نقصان یہ ہوا کہ بیوی اولاد ہاتھ سے چلی جاتی ہے۔

یاد رکھو شراب پینے کی حالت میں طلاق واقع ہو جاتی ہے، بلکہ یہ ڈبل جرم ہے ایک تو شراب کا ''گناہ'' دوسرے طلاق کا، دوسری طرف عورتوں میں بے راہ روی، بے حیائی پیدا ہو رہی ہے اور بعض بعض عورتیں اپنے شوہر کے علاوہ دوسرے لڑکوں سے اس طرح بے تکلف باتیں کرتی ہیں، جن کو دیکھ کر ایک غیور شوہر غیظ وغضب میں آجاتا ہے اور وہ اس طرح کا غلط اقدام کر بیٹھتا ہے۔

عموماً عورتوں میں اپنے شوہروں کی ناقدری اور ان کے ساتھ زبان درازی کا مرض عام ہو گیا ہے حالانکہ اسلام میں شوہر کا بہت زیادہ حق ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں کسی کو سجدہ کا حکم دیتا تو عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے، مگر آج عورت شوہر کی اطاعت، اس کی خدمت، اس کے ساتھ محبت سے آزاد ہونا چاہتی ہے۔

عن أبي هريرةؓ قال قال: رسول الله ﷺ لو كنت امر احداً أن يسجد لأحد لأمرت المرأة أن تسجد لزوجها. (الحديث)

اگر تو شوہر کی اطاعت، خدمت، محبت سے آزاد ہوگی تو شیطان

تجھے اپنی اطاعت، اپنی خدمت، اپنی محبت میں مبتلا کر دے گا، اس وقت تیری دنیا بھی خراب اور تیری عقبیٰ بھی برباد ہو جائے گی، عموماً عورتوں مردوں میں جہالت اور تعلیم سے دوری ہوتا جا رہی ہے، جس کے نتیجہ میں خرابیاں اور فسادات بڑھتے جا رہے ہیں۔

خدا کے لئے اچھی سوچ پیدا کیجئے اور بناہ صبر و تحمل عفو و درگذر سے کام لیجئے، شوہر صاحب اگر عورت تیری خدمت نہیں کرتی ہے تو تُو معاف کر دے، ہوسکتا ہے کہ تو اس کو ناگوارا سمجھتا ہو اور اس میں اللہ پاک نے تیرے لئے خیر و بھلائی رکھی ہو۔

اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جس چیز کو ہم اچھا سمجھتے ہیں اس میں ہماری بربادی رکھی ہوتی ہے، جیسا کہ اللہ پاک نے فرمایا ہے: عَسٰیٓ أَنْ تَکْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ الخ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں کے ناز نخرے برداشت فرماتے تھے مگر کبھی نہ انکو مارا اور نہ کبھی گھر سے باہر نکالا اسی طرح اچھے انسانوں کا حال رہا ہے ہمیں بھی انکی اتباع میں ایسا کرنا چاہیے۔

بارھواں باب

تعلیم اوراسکے فائدے:

آج کل ہمارے معاشرہ میں جہالت بھی عام ہوگئی ہے حالانکہ جہالت ہرمرض وہرخرابی کی جڑ اور بنیاد ہے، جہالت سے اللہ پاک کے حقوق اور بندوں کے حقوق تلف ہو رہے ہیں اور جاہل اس حیوان والی زندگی سے خوش ہے کہ بس کھانے پینے کومل رہا ہےاور کیا فکر ہے۔

میرے بھائی تعلیم حاصل کروتعلیم چاہے دین کی تعلیم ہو،اور وہ تو سب سے مقدم اورضروری ہے اور چاہے دنیا کی تعلیم ہووہ بھی ضروری ہے۔

دنیا کی تعلیم سے روزی روٹی کا مسئلہ بھی حل ہوتا ہے اور بھی مزید فائدے ہیں اور دینی تعلیم سے آخرت کا مسئلہ حل ہوتا ہے، جو اصل ہے اس کی برکت سے دنیا میں بھی گذر ہو جاتا ہے، باری تعالٰی جو دشمنوں کو کھلاتے ہیں تو کیا اپنے دوستوں کومحروم کردیں گے، جس قوم نے تعلیم کی طرف توجہ کی وہ قوم سربلند ہو گئی، دیکھو دنیا میں ذلیل وخوار سمجھی جانی والی غیرمسلم قوموں نے

جب تعلیم کی طرف توجہ کی تو آج وہ بڑے بڑے عہدوں اور منصبوں پر پہنچ گئے ہیں۔

اورتو امام عالم تھا مگرتعلیم کے فقدان کی وجہ سے عالم کا غلام اوران کا نوکر بنتا جارہا ہے، مسلمان کو چاہئے کہ وہ دین ودنیا ہرقسم کی تعلیم میں اول پوزیشن حاصل کرے، تعلیم کے بغیر دنیا کے کام بھی ٹھیک طرح کرنا مشکل ہے، مسلمانوں نے تجارت کے اصول، زراعت کے ضابطے، طب وحکمت، ڈاکٹری، ٹیکنالوجی، سائنس الغرض ہرقسم کے علوم میں بیش بہا کتابیں چھوڑی اورلکھیں ہیں اور یہ سب دنیا کوان کا ہی دیا ہوا ہے، پھرتو پیچھے کیوں رہتا ہے؟ تعلیم کے میدان میں آگے بڑھ کرامامتِ عالم کا منصب سنبھال اورقوم وملت کا بہترین رہبر ثابت ہو۔

تیرھواں باب

آج کل کی سیاست اوراسکا انجام:

سیاست دین سے الگ نہیں ہے جیسا کہ آج کل بہت سے لوگوں نے سمجھ لیا ہے ہاں وہ سیاست مبغوض ہے جس میں ذاتی مفاد کے سوا قوم وملک کے لئے کچھ کرنے کا جذبہ نہ ہوجس سے قوم کا تنزل اور بربادی کے علاوہ کچھ حاصل نہ ہوایسی سیاست بے شک دین سے خارج ہے اور خود اصولِ سیاست کے بھی خلاف ہے،خوب سمجھ لینا چاہیے کہ سیاست دوقسم پر ہے ایک انبیاء اورصحابہ کرامؓ اوراچھے انسانوں کی سیاست، دوسرے نمرود وفرعون، قارون وہامان جیسے شیطان انسانوں کی سیاست۔

اول قسم کی سیاست سنت ہے، چونکہ اس سے مخلوق کی صلاح وفلاح ان کی خیرخواہی وابستہ ہے، یہ سیاست انبیاء صحابہ کرامؓ اوراولیاء کرامؒ کرتے چلے آئے ہیں اوراسی وجہ سے سلطان کوظل الٰہی کہا جاتا ہے وہ ملت میں اللہ پاک کا نائب اوراس کا خلیفہ ہے،مخلوق خدا کی خدمت، ان کا انتظام، عدل کا قیام، امن وامان قائم کرنا اس کا وظیفہ اس کی ذمہ داری ہے اوراگر اس کی وجہ سے ظالم وجابرانسانوں کے حوصلے بلند ہوتے ہوں، علاقہ میں ملک میں فساد (جیسا کہ گجرات میں وہ مظالم ہوئے کہ کبھی تاریخ میں ایسے بھیانک مظالم نہیں ہوئے ہوں گے،فسق وفجورعام ہورہا ہو،قتل وغارت گری کا بازارگرم

ہو،امن وامان ختم ہوگیا تو ایسی حکومت ناکام اورقہرخداوندی ہے اورایسا لیڈر اپنے وقت کا سب سے بڑا غدار ہے،ملک وقوم کا دشمن ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ قیامت میں ہر غداری کرنے والے کی سرین کے پاس جھنڈا ہوگا جواس کی غداری کی علامت ہوگی اورجولیڈر امیراور بڑا بننے سے پہلے وعدہ کرکے آیا تھااور بعد میں سب کوبھول گیا اس سے بڑا اورکوئی غدار نہیں ہے اس کی سرین کے پاس غداری کا بہت بڑا جھنڈا ہوگا، جس سے اس کی غداری سب کومعلوم ہوجائے گی اوراس پر اللہ کا عذاب اوراس کا غصہ بہت سخت ہوگا (ترمذی شریف) ہاں انصاف کے ساتھ حکومت ونظام چلانے والا سلطان عادل، عرشِ الٰہی کے سایہ میں ہوگا (بشرطیکہ ایمان رکھتا ہو)،اصل میں سیاست نام ہے **ارشاد الخلق الی الحق بانتظام أمورهم** کا یعنی مخلوق خدا کواللہ سبحانہ کی طرف (ان کے احکام وایمان) کی طرف لانا ان کے معاش کے جملہ انتظامات کے ساتھ نہ کہ آج کل کی طرح فقط وعدہ کرتے ہیں بعد میں ظلم وجبر،فسق وفجور کا ظہور ہوتا ہے، ایسی سیاست کا انجام خراب ہوتا ہے جب وہ کرسی سے ہٹ جاتا ہے تو کوئی اس کی قدرنہیں کرتا نہ کسی کے دل میں اس کی محبت ہوتی ہے۔

ووٹ کی حیثیت:

ہماری غلط سیاست اور ووٹ کے غلط استعمال نے ہم پر دشمنانِ کی اسلام طاقتوں کومسلط کردیا ہے، حالانکہ ووٹ شرعی نقطۂ نظر کی بناء پر اس

بات کی گواہی اور شہادت ہے کہ یہ شخص ملک وملت کے انتظام کا صحیح اہل ہے انتظام اس کے سپرد کیا جاسکتا ہے۔

افسوس کہ ہم آپس میں متحد نہیں ہماری اتنی بڑی ملت اور پھر بے وزن، بے قیمت اس سے زیادہ دکھ کی اور کیا بات ہوسکتی ہے، مگر آج کتنے لوگ ہیں جو اس حقیقت کو سمجھتے ہیں اور جو سمجھتے ہیں ان میں بھی کتنے ہیں جو صحیح ووٹ کا استعمال کرتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ غلط آدمی مسلط ہوجاتا ہے اور اس میں بڑا دخل ہمارا ہوتا ہے، مگر ہمیں احساس نہیں ہوتا ہے یا جب ہوتا ہے جب معاملہ ہاتھ سے نکل جاتا ہے۔

اے لیڈرانِ قوم خدارا ذاتی مفاد کی وجہ سے قوم وملت کا سودا نہ کرو، مرنے اور مرنے کے بعد سوال وجواب، حساب وکتاب، آخرت کا بھی کچھ خیال رکھو۔

دیکھو دنیا میں بڑے بڑے افلاطون پیدا ہوئے نمرود کتنا بڑا لیڈر تھا قارون، ہامان کتنے بڑے بڑے لیڈر تھے مگر ان کا انجام خراب ہوا ہے، کیونکہ ان کی سیاست غلط تھی اس کے برخلاف اقتصادی ومادی حالت میں کمزور داعیان حق کامیاب ہوئے ہیں اور ان کے مخالفین ہلاکت ورسوائی کو پہنچے ہیں، کیا ان واقعات میں عقل مندوں کے لئے عبرت نہیں ہے؟ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ نے کتنی عمدہ بات کہی ہے کہ جس دین میں سیاست نہ ہو وہ دین دین نہیں اور جس سیاست میں دین نہ ہو وہ سیاست سیاست نہیں ہے۔

چودھواں باب

ظالم طاقتوں سے کس طرح نمٹا جائے:

جب ظالم وجابر حاکم مسلط ہوجائے تو اس وقت کیا کرنا چاہئے کہ اس سلسلہ میں اکابر واسلاف کی تاریخ سے دو سبق حاصل ہوتے ہیں، ایک وہ طرز ہے جو موسیٰؑ نے فرعون کے مقابلہ میں اختیار کیا کہ اس کو چیلنج کردیا اور جب اس نے جبر وتشدد کی انتہا کردی تو ہجرت کا راستہ اختیار کیا، اللہ پاک نے اس کو بحر قلزم میں ہلاک کردیا، اسی طرح حضرت ابراہیمؑ نے نمرود کو چیلنج کیا اور اس کو ہدایت پر لانے کی ہر ممکن کوشش کی آخرکار وہ ہلاک ہوا اور حق غالب ہوا۔

اسی طرح حضرت داؤدؑ نے جالوت جیسے ظالم وجابر کا مقابلہ کیا حضرت طالوت کے زیر سایہ، آخرکار حق غالب ہوا، آقاء نامدار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدنی دور میں جہاد فرمایا اور کفر وشرک کی طاقتوں کا مقابلہ کرکے انکو پاش پاش کردیا، اسی طرح حضرت حسینؓ نے یزید کے مقابلہ میں اولوالعزمی اور ہمت کا مظاہرہ کیا اور حق پر جان دیدی مگر باطل کے سامنے جھکنا منظور نہیں کیا، اسی طرح علماء حق نے انگریز ظالم کا مقابلہ کیا آخرکار ملک آزاد ہوا، یہ سب تاریخ اولوالعزمی ہمت واستقلال کی عظیم داستان ہے۔

دوسرا راستہ صبر وتحمل کا ہے:

آقاء نامدار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکی دور میں صبر وتحمل کا عظیم نمونہ چھوڑا، بہت سے حضرات نے حبشہ ہجرت کی اور بہت سے حضرات یہیں رہے۔

ہجرت مدینہ فرض ہو جانے کے بعد وہ حضرات بھی ہجرت کر گئے، اسی طرح حجاج بن یوسف ظالم ثقفی کے دور میں کتنے حضرات نے صبر وتحمل کا مظاہرہ کیا اور اپنے طور پر عبادت میں مشغول رہے، ان دونوں راستوں میں سے حالات حاضرہ میں کونسا اختیار کرنا چاہیے یہ طے کرنا علماء، زعماء، سیاسی، مبصرین، مخلصین کی اجتماعی رائے پر موقوف رہے گا، موقع محل، حالات دیکھکر اس کا فیصلہ ہوتا ہے اور یہ مشکل کام ہے، بہرحال صبر وتحمل ہر حال میں ضروری ہے اور جب تک یہ مسئلہ حل ہو تب تک اور اس کے بعد بھی بلکہ ہمہ وقت اپنی اصلاح، تقویٰ، وخوفِ خداوندی اور توبہ استغفار انابت الی اللہ اور راہِ خداوندی میں جان دینے والوں کے واقعات کا سننا سنانا اور ہمت بلند کرنے والے اسباب اختیار کرنا ضروری ہے، ظاہری، باطنی، ذہنی وفکری تیاری کے بغیر کوئی مسئلہ حل نہیں ہوسکتا۔

عباؤں میں پیوند پتھر شکم پر
مگر ہاتھ میں زورِ تسخیرِ خیبر
کبھی اہل ایمان کی شان یہ تھی
کبھی اہل اسلام کی شان یہ تھی

پندرھواں باب

دعاؤں کا اہتمام:

ان سب باتوں کے ختیار کرنے کے اتھ ساتھ جو ابواب سابقہ میں گذر چکی ہیں، مسلمان کا اول وآخری ہتھیار اللہ پاک کی طرف رجوع، توجہ، تضرع، عاجزی کرنا اور رونا ہے، اللہ پاک کی طرف رجوع اور انابت کے بغیر کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوسکتی، اللہ پاک نے دعاء کا بار بار حکم فرمایا ہے اور اس کی قبولیت کا اعلان بھی کیا ہے کہ تم دعاء کرو میں قبول کروں گا ادعونی استجب لکم۔ ۔ ۔

یہاں بھی دوں گا اور آخرت میں بھی دونگا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاءؑ نے ہر موقع پر دعاء کا اہتمام فرمایا ہے، قرآن کریم پڑھنے اور سمجھنے والا ان واقعات کو جانتا ہے، تدبیر کے ساتھ دعاء تمام انبیاءؑ کا شیوہ رہا ہے اور جہاں تدبیر فیل ہو جاتی ہے وہاں بھی دعاء سے ہی کام بنتا ہے، بہت لوگ کہہ دیتے ہیں دعاء سے کیا ہوتا ہے؟ یہ سخت جہالت کی بات ہے، اگر ایسا ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعائیں نہ کرتے، بدر کے دن حضورﷺ نے دعاء میں انتہاء کردی تھی کہ حضرت صدیق اکبرؓ نے عرض کیا کہ بس کیجئے بہت ہو چکا ہے، اگر دعا کوئی مفید چیز نہ ہوتی تو آپؐ اسقدر ترغیب نہ دیتے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعاء کو عبادت کا مغز اور لب لباب قرار دیا ہے اور کہیں اسکو اللہ کا لشکر فرمایا ہے، اسلئے ہمیں ہر موقع پر دعاء کا اہتمام کرنا چاہیے۔

خیانت اور بددیانتی

ایک کا جو حق دوسرے کے ذمہ واجب ہو اس کے ادا کرنے میں ایمانداری نہ برتنا خیانت اور بددیانتی ہے، اگر ایک کی چیز دوسرے کے پاس امانت ہو اور وہ اس میں بے جا تصرف کرتا یا مانگنے پر واپس نہ کرتا ہو، تو یہ کھلی ہوئی خیانت ہے، یا کسی کی کوئی چھپی ہوئی بات کسی دوسرے کو معلوم ہو، یا کسی نے دوسرے پر بھروسہ کرکے کوئی اپنا بھید اس کو بتایا ہو تو اس کا کسی اور پر ظاہر کرنا بھی خیانت ہے، اسی طرح جو کام کسی کے سپرد ہو اس کو وہ دیانت داری کے ساتھ انجام نہ دے تو یہ بھی خیانت ہی کہلائے گا۔علیٰ ہذا عام مسلمانوں، ائمہ وقت اور اپنے متفقہ قومی اور ملی مصالح کے خلاف قدم اٹھانا بھی ملت سے بد دیانتی ہے، دوست ہو کر دوستی نہ نباہنا بھی خیانت ہے، بیوی میاں کی وفاداری نہ کرے تو یہ بھی خیانت ہے، دل میں کچھ رکھنا اور زبان سے کچھ کہنا اور عمل سے کچھ اور ثابت کرنا بھی خیانت ہے، اسلام کی اخلاقی شریعت میں یہ ساری خیانتیں یکساں ممنوع ہیں، فرمایا: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (انفال) اے ایمان والو! اللہ اور رسول کی خیانت نہ کرو اور نہ آپس کی امانتوں میں جان کر بددیانتی کرو۔

اللہ اور رسول کے ساتھ خیانت یہ ہے کہ اقرار کرکے پورا نہ کیا جائے، ایمانداری سے ان کے حکموں کی تعمیل نہ کی جائے، دین وملت کے مصالح کے ساتھ غداری کی جائے اور اللہ ورسول اور مسلمانوں کے دشمنوں کو چھپے چوری امداد پہنچائی جائے، یا مسلمانوں کے چھپے راز ان کو بتائے جائیں، اسی طرح

آپس کی امانتوں میں خیانت یہ ہے کہ جو چیز جس کے پاس امانت ہو اس میں وہ ناجائز تصرف کرے اور کسی کا جو راز کسی کو معلوم ہو اس کو دوسروں پر ظاہر کردے۔

یہ حدیث کئی دفعہ اوپر آچکی ہے کہ منافق کی تین علامتوں میں سے ایک یہ ہے کہ جب کوئی امانت اس کے سپرد کی جائے تو وہ اس میں خیانت کرے، ابن مسعودؓ سے موقوفاً روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ خدا کی راہ میں مارا جانا ہر گناہ کا کفارہ ہے لیکن امانت کا، قیامت کے دن بندہ کو لایا جائے گا اگرچہ وہ خدا کی راہ میں شہید ہی ہوا ہو، اور کہا جائے گا کہ تم امانت لاؤ اور ادا کرو، وہ کہے گا خداوندا! اب کیسے لاؤں دنیا تو ختم ہوچکی، کہا جائے گا اس کو دوزخ کے طبقۂ ہاویہ میں لے جاؤ وہاں امانت کی چیز مثال بن کر اصل صورت میں سامنے آئے گی، تو وہ اس کو دیکھ کر پہچان لے گا، اور اس کے پیچھے گرے گا، یہاں تک کہ اس کو پکڑ لے گا اور اس کو اپنے کندھوں پر لاد کر لے چلے گا جب دوزخ سے نکلنا چاہے گا تو وہ بوجھ اس کے کندھے سے گر پڑے گا اور وہ پھر اس کے پیچھے ہمیشہ ہمیشہ گرتا چلا جائے گا، پھر انہوں نے فرمایا نماز امانت ہے، وضو امانت ہے، تول بھی امانت ہے، ناپ بھی امانت ہے اور بہت سی چیزیں گنا کر فرمایا، اور ان سب سے زیادہ سخت معاملہ امانت کی چیزوں کا ہے، راوی کہتا ہے کہ میں نے یہ حدیث براء بن عازبؓ صحابی کو سنائی، انہوں نے تصدیق کی اور فرمایا کیا تم نے قرآن کی یہ آیت نہیں سنی؟ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا (نساء) بیشک اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں

امانت والوں کو ادا کر دیا کرو۔

آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سب سے بہتر زمانہ میرا زمانہ ہے پھر جو اس کے بعد آئے گا، پھر جو اس کے بعد آئے گا، پھر ایسا زمانہ آئے گا کہ لوگ بن بلائے گواہی دیں گے، خیانت کریں گے، امانت داری نہیں کریں گے اور نذر مانیں گے تو پوری نہ کریں گے۔

آنحضرت ﷺ جن بری باتوں سے پناہ مانگا کرتے تھے ان میں سے ایک خیانت بھی ہے، فرمایا کرتے تھے کہ الٰہی! مجھے خیانت سے بچائے رکھنا کہ یہ بہت برا اندرونی ساتھی ہے۔ خیانت کے ایک معنی یہ ہیں کہ کسی جماعت میں شامل ہو کر خود اسی جماعت کو جڑ سے اکھاڑنے کی فکر میں لگے رہنا، چنانچہ منافقین جو دل میں کچھ رکھتے تھے اور زبان سے کچھ کہتے تھے وہ ہمیشہ اسلام کے خلاف چھپی سازشوں میں لگے رہتے تھے مگر ان کی یہ چال کارگر نہیں ہوتی تھی اور ہمیشہ اس کا بھید کھل جاتا تھا، فرمایا: ولا تزال تطلع علیٰ خائنة منهم (مائدہ) اور ہمیشہ تو خبر پاتا رہتا ہے ان کی خیانت کی۔ یعنی ان کی کسی نہ کسی خیانت کی خبر رسول کو ملتی ہی رہتی ہے۔

جس پر کسی امر میں بھروسہ کیا جائے اس کا اس بھروسہ کو پورا نہ کرنا بھی خیانت ہے، حضرت یوسفؑ نے اپنے اوپر الزام کی پوری چھان بین عزیز سے کرائی، اس کے بعد وہ کہتے ہیں کہ میں نے یہ سب اس لئے کیا: ذٰلِکَ لِيَعْلَمَ اَنِّی لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِی كَيْدَ الْخَآئِنِيْنَ (یوسف) تاکہ

عزیز کو یہ معلوم ہو جائے کہ میں نے چوری چھپے اس سے خیانت نہیں کی اور بیشک اللہ خیانت کرنے والوں کے فریب کو نہیں چلاتا۔

حضرت نوحؑ اور حضرت لوطؑ کی بیویوں نے اپنے مقدس شوہروں سے بے وفائی کی، ان کی بے وفائی یہ تھی کہ وہ توقع کے خلاف اپنے شوہروں پر ایمان نہیں لائیں اور کافروں کا ساتھ دیتی رہیں، خدا نے فرمایا: ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلاً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صٰلِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا (تحریم) خدا نے کافروں کے لئے نوح کی بیوی اور لوط کی بیوی کی مثال بیان کی، یہ دونوں عورتیں ہمارے دو نیک بندوں کے گھر میں تھیں تو ان دونوں نے اپنے شوہروں سے خیانت کی، تو یہ دونوں پیغمبر ہو کر بھی اپنی بیویوں کو خدا سے نہ بچا سکے۔

مگر خیانت صرف دل ہی سے نہیں ہوتی ہے، بلکہ ایک ایک عضو سے ہو سکتی ہے، یہاں تک کہ چشم و ابرو کے اشاروں سے ہو سکتی ہے، لیکن اگر یہ یقین ہو کہ ایک ذات ہے جو چوری چھپی کی ہر حرکت سے ہر وقت باخبر رہتی ہے تو پھر انسان کو کسی قسم کی خیانت کاری کی جرأت نہ ہو، اسلام اسی یقین کو پیدا کر کے خیانتوں کا خاتمہ کرتا ہے، فرمایا: يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِی الصُّدُوْرُ (مومن) اللہ جانتا ہے آنکھوں کی خیانت کاری کو اور جو چھپا ہے سینوں میں۔

(ماخوذ از سیرت النبیؐ ج ۶ ص ۲۸۶)

غداری اور دغابازی

غداری اور دغابازی کے معنیٰ یہ ہیں کہ کسی کو زبان دیکر اطمینان دلایا جائے اور پھر موقع پا کر اس کے خلاف کیا جائے، قرآن پاک نے اس کو بھی خیانت کہا ہے، عربی میں عام طور سے اسے غدر بھی کہتے ہیں، اسلام نے اس کی شدید برائی کی ہے، کفار میں سے جو بار بار امن اور صلح کے وعدے کر کے بدل جاتے تھے اور بار بار بدعہدی کرتے تھے ان کے ذکر میں خدا فرماتا ہے: **الذین عاھدت منھم ثم ینقضون عھدھم فی کل مرۃ وھم لا یتقون ٥ فاما تثقفنھم فی الحرب فشرد بھم من خلفھم لعلھم یذکرون ٥ واما تخافن من قوم خیانۃ فانبذ الیھم علیٰ سواء ان اللہ لا یحب الخائنین** (انفال)۔ جن سے تو نے معاہدہ کیا، پھر وہ اپنا عہد ہر بار توڑ دیتے ہیں اور وہ تقویٰ (خدا کا لحاظ) نہیں رکھتے، سو اگر ان کو تو کبھی لڑائی میں پاوے تو ان کو ایسی سزا دے کہ ان کے پچھلے دیکھ کر بھاگیں، شاید وہ عبرت پکڑیں، اگر تجھ کو کسی قوم کی دغا کا ڈر ہو تو ان کو تو برابر کا جواب دے، اللہ کو دغاباز خوش نہیں آتے۔

اس آیت میں گو ان کافروں کا ذکر ہے، جو ہر دفعہ عہد کر کے بدعہدی اور دغابازی کرتے تھے مگر دو باتیں ان میں عمومیت کے ساتھ بیان ہوئی ہیں، ایک یہ کہ بدعہدی سراسر تقویٰ کے خلاف ہے، دوسری یہ کہ غداری دغابازی اور بدعہدی اللہ تعالیٰ کی محبت سے محروم کر دیتی ہے، اور اس کی ناخوشی کی

موجب ہے، بدر کے قیدیوں کو فدیہ اور وعدہ لیکر چھوڑ دینے کی اجازت جہاں دی گئی ہے وہیں یہ بھی کہہ دیا گیا ہے کہ اگر یہ خیانت اور دغا کریں تو اللہ ان سے سمجھ لے گا، پھر ان کو دوبارہ تمہارے قابو میں لے آئے گا، فرمایا: **وان یریدوا خیانتک فقد خانوا اللہ من قبل فامکن منھم واللہ علیم حکیم** (انفال) اور اگر وہ تیرے ساتھ خیانت (دغا) کرنا چاہیں تو وہ اس سے پہلے خدا سے بھی خیانت (دغا) کر چکے ہیں تو خدا نے ان پر قابو دیدیا اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔

خدا سے دغا کرنے کی صورت یہی ہے کہ اسکے ساتھ کفر کیا جائے، تو خدا تو سب کا حال جانتا ہے، اور ہر مصلحت اسکو معلوم ہے اور وہ سب کچھ کر سکتا ہے اسنے انکے چھوڑنے کی اجازت دی تو وہ بھی علم اور مصلحت سے دی ہے، حدیث میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا، قیامت کے دن ہر غدار کا ایک جھنڈا ہوگا؛ یعنی اس سے اس کی بدعہدی اور غداری کی تشہیر ہوگی، آنحضرت ﷺ اپنی فوج کے افسروں کو جو نصیحتیں فرمایا کرتے تھے ان میں سے ایک یہ بھی ہوتی تھی کہ بدعہدی نہ کرنا، یعنی دشمنوں سے معاہدہ کر کے پھر غداری نہ کیجائے، ظالم بادشاہوں، حاکموں، افسروں، سپہ سالاروں کا ایک چلتا ہوا حیلہ یہ ہوتا ہے کہ امن وامان کا وعدہ کر کے کسی کو اپنے پاس بلاتے ہیں اور جب وہ انکے قابو میں آجاتا ہے تو اسکو سزا دیتے یا مروا دیتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے کسی کو جان کا امن دیا اور پھر مروا ڈالا تو

میں اس سے الگ ہوں، اگرچہ مقتول کافر ہی کیوں نہ ہو، خدا فرماتا ہے:
یٰاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا اَوۡفُوۡا بِالۡعُقُوۡدِ (مائدہ) اے ایمان والو
اپنی گرہوں (قول واقرار) کو پورا کرو۔ عقود کی تعمیم میں وہ تمام شرطیں ہیں،
وعدے اور معاہدے داخل ہیں، جو کوئی اپنے خدا سے یا بندہ سے یا کوئی
جماعت کسی دوسری جماعت سے کرے، یہاں تک کہ مسلمان اپنے دشمنوں
سے بھی جو معاہدہ کریں اس کا حرف بحرف پورا کرنا ضروری ہے، ایک دفعہ
امیر معاویہؓ نے رومیوں سے مدت متعینہ کے لئے کوئی معاہدہ کیا اس کے ختم
ہونے کا زمانہ قریب آیا تو امیر موصوف اپنی فوجیں لیکر ان کی سرحد کے پاس
پہنچ گئے کہ ادھر مدت ختم ہو اور ادھر وہ حملہ کردیں، یہ دیکھ کر عمرو بن عنبہ نامی
صحابی سوار ہوکر نکلے اور چلائے: اللہ اکبر! اللہ اکبر! بدعہدی نہیں، امیر معاویہؓ
نے بلوا کر پوچھا کیا بات ہے؟ فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے
سنا ہے کہ کسی قوم سے معاہدہ کیا جائے تو اس کی کوئی گرہ نہ باندھی جائے نہ
کھولی جائے (یعنی نہ اس میں سے کچھ کم کیا جائے نہ زیادہ کیا جائے) اور یا
اس کو پہلے سے خبر دیکر معاہدہ کو ایک قلم ردّ کردیا جائے، یہ سن کر امیر معاویہ
واپس چلے آئے، غور کی بات یہ ہے کہ امیر معاویہؓ نے معاہدہ کے لفظوں کی
خلاف ورزی نہیں کرنی چاہی تھی، لیکن ان کا یہ فعل معاہدہ کی روح اور معنی کے
خلاف تھا، رسول اکرم ﷺ کے تربیت یافتوں نے اس کو بھی بدعہدی سمجھا، اور
امیر لشکر کو اس سے بھی روک دیا۔ (ماخوذ از سیرت النبیؐ ج ۶ ص ۲۸۸)

چغل خوری

چغل خور کا کام یہ ہے کہ دو آدمیوں کے درمیان جھوٹی سچی باتیں بیان
کرکے ایک کو دوسرے کے خلاف بھڑکائے اور اپنا رسوخ جتائے اور چونکہ ایسے
لوگ چل پھر کر ایک کی ایسی بات دوسرے کو پہنچاتے ہیں جس سے دوسرے کو
پہلے پر غصہ آئے اور اس سے نفرت پیدا ہو، اسی لئے قرآن نے ان لوگوں کے
اوصاف میں جن کی بات نہیں ماننی چاہئے یہ لفظ کہے ہیں: ”مشّآءٍ بنمیم“ جو
چغلی کھاتا پھرتا ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اصول مقرر فرمادیا کہ جب کوئی شخص
کوئی خبر لیکر آئے تو پہلے یہ دیکھ لیا جائے کہ اس خبر کا لانے والا کیسا ہے؟ اگر وہ سچا
مومن نہیں تو اس کی بات ہی نہ مانی جائے، ایسا نہ ہو کہ اس کی بات مان کر جلدی
میں کوئی ایسی حرکت کر بیٹھے جس پر پیچھے افسوس ہو، فرمایا: یَآاَیُّھَاالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا اِنۡ
جَآءَکُمۡ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوۡۤا اَنۡ تُصِیۡبُوۡا قَوۡمًۢا بِجَھَالَۃٍ فَتُصۡبِحُوۡا عَلٰی
مَا فَعَلۡتُمۡ نٰدِمِیۡنَ (حجرات)۔ ترجمہ: اے ایمان والو! اگر کوئی گنہگار تمہارے
پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تحقیق کرلو، کہیں کسی قوم پر نادانی سے جا نہ پڑو، پھر
اپنے کئے پر پچھتانے لگو۔

اس آیت میں غور کے قابل خاص نکتہ یہ ہے کہ جھوٹی خبریں پھیلانے
والے کو خدا نے فاسق کا خطاب دیا ہے اور چونکہ اس بداخلاقی کا مقصد زیادہ تر
دو شخصوں، بالخصوص عزیز واقارب اور دوست واحباب میں نااتفاقی پیدا کرنا ہوتا
ہے، اسی بنا پر حدیث میں آیا ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں

تمہیں بتاؤں کہ سب سے برے لوگ کون ہیں پھر خود ہی فرمایا: **المشاؤن بالنمیمة المفسدون بین الاحبة** (مسند احمد ج ۶ ص ۴۵۹ عن اسماء بنت یزید) جو چغلیاں کھاتے پھرتے ہیں اور دوستوں کے آپس کے تعلقات خراب کرتے ہیں۔ صحیحین میں ہے کہ ایک دفعہ حضور ﷺ ایک قبرستان کے پاس سے گذرے تو فرمایا کہ ان میں سے ایک پر اس لئے عذاب ہو رہا ہے کہ وہ چغلی کھاتا پھرتا تھا۔

الا انبئکم ماالعضة هی النمیمة القالة بین الناس کیا میں تم کو بتاؤں کہ **عضہ** کیا ہے وہ چغل خوری ہے جو لوگوں کے درمیان بیان کی جاتی ہے۔ لغت میں عضہ کے معنی تفریق اور سحر کے ہیں اس لئے اگر اس حدیث میں تفریق کے معنیٰ لئے جائیں تو اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ دو شخصوں میں علیحدگی کرنا چغل خوری کی حقیقت میں داخل ہے، لیکن اگر سحر کے معنیٰ لئے جائیں تو اس صورت میں بھی سحر اور چغل خوری میں مشابہت و مناسبت ہے کیونکہ سحر سے بھی دو شخصوں بالخصوص میاں بیوی میں علیحدگی کرائی جاتی ہے، چنانچہ خود قرآن مجید میں ہے: **فیتعلّمون منهما مایفرقون به بین المرء وزوجه** (بقرہ ۲) (اس پر بھی ان (ہاروت وماروت) سے ایسی باتیں سیکھتے ہیں جن کی وجہ سے میاں بیوی میں جدائی ڈال دیں۔

عام طور پر مفسرین اس تفریق کا ذریعہ اس سحر کو قرار دیتے ہیں جو لوگ ہاروت ماروت سے سیکھتے تھے، لیکن بعض علماء کے نزدیک یہ مقصد چغل خوری

سے حاصل کیا جاتا تھا۔ عام طور پر یہ مقصد اس طرح حاصل کیا جاتا ہے کہ ایک کی بات دوسرے تک پہنچائی جاتی ہے، مثلاً یہ کہ فلاں شخص تمہاری نسبت یہ کہتا تھا، اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے صحابۂ کرام کو یہ ہدایت کی تھی **لا یبلغنی احد من اصحابی عن احد شیئا فانی احبّ ان اخرج الیکم وانا سلیم الصدر** (میرے اصحاب میں سے کوئی مجھ تک کسی کی بات نہ پہنچائے کیونکہ میں یہ چاہتا ہوں کہ تمہارے پاس آؤں تو میرا دل صاف ہو) لیکن اس قسم کی باتیں عام طور پر پردہ ہوتی ہیں جو معیوب اور ناپسندیدہ سمجھی جاتی ہیں، بعض اوقات تو خود وہ شخص اس کو معیوب سمجھتا ہے جو دوسرے تک اس کو پہنچاتا ہے، بعض حالتوں میں جس شخص تک وہ بات پہنچائی گئی ہے اس کو ناگوار گذرتی ہے، بعض موقعوں پر دوسرے لوگ اس کو برا سمجھتے ہیں، غرض کسی نہ کسی طرح یہ بات ناپسندیدہ خیال کی جاتی ہے اور جو لوگ اس بداخلاقی میں مبتلا ہوتے ہیں وہ اس قسم کی ناپسندیدہ باتوں کی ٹوہ میں لگے رہتے ہیں تاکہ ان کو پھیلا کر فتنہ وفساد کی آگ بھڑکائیں، اسی بنا پر اہلِ عرب چغل خوروں کو ہیزم بردار کہتے ہیں، یعنی جس طرح لکڑیاں بیچنے والے لکڑیاں چن چن کر لاتے ہیں اور ایندھن کے لئے گھوم گھوم کر بازاروں میں فروخت کرتے ہیں اسی طرح یہ لوگ اس قسم کی باتوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر پھیلاتے ہیں اور آتش فتنہ وفساد کیلئے ایندھن بہم پہنچاتے ہیں۔ قرآنِ مجید میں ابولہب کی بیوی کو بعض مفسرین کی رائے کے مطابق **حمالة الحطب** یعنی ہیزم بردار کا خطاب اسی لئے دیا گیا

ہے کہ وہ لوگوں کی چغلیاں کھاتی پھرتی تھی۔

ان میں بعض لوگ استراقِ سمع کرتے ہیں یعنی چھپ چھپ کر لوگوں کی باتیں سنتے ہیں اور پھر ان کو دوسروں تک پہنچاتے ہیں، اس قسم کے لوگوں کو لغت میں قتّات کہتے ہیں، اور ان کی نسبت رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

لا یدخل الجنۃ قتات (جنت میں چغل خور داخل نہ ہوگا۔ اس قسم کی باتیں خوب نمک مرچ لگا کر نہایت چرب زبانی کے ساتھ بیان کی جاتی ہیں تاکہ ان کا اثر بڑھ جائے، اسی لئے عربی زبان میں چغل خوری کو ''وشایہ'' کہتے ہیں جس کے معنی نقش ونگار کے ہیں اور ادھر کی اُدھر لگانے کے لئے چغل خوروں کو دوڑ دھوپ بھی کرنی پڑتی ہے، اسی مناسبت سے چغل خوری کو ''سعایہ'' بھی کہتے ہیں جس کے معنی دوڑ دھوپ کرنے کے ہیں۔ یہ کام اگرچہ زیادہ تر زبان سے لیا جاتا ہے لیکن وہ صرف زبان ہی تک محدود نہیں ہے، بلکہ تحریر وکتابت رمز واشارات سے بھی چغل خوری کی جاسکتی ہے اور وہ صرف اقوال ہی تک محدود نہیں بلکہ اعمال بھی اس میں داخل ہیں یعنی دوسرے شخص سے صرف یہی نہیں کہا جاسکتا کہ فلاں شخص یہ کہتا تھا بلکہ یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ فلاں شخص یہ کام کرتا تھا۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ محض زبان سے ایک کی بات دوسرے تک پہنچانا چغلی کی مکمل تعریف نہیں بلکہ اس کی جامع تعریف یہ ہے کہ ایک شخص کی ایسی بات یا کام کو دوسرے تک پہنچانا جس سے دوسرا پہلے سے بدگمان

ہوجائے۔ اسی بنا پر چغل خوری سے محفوظ رہنے کا طریقہ صرف یہ ہے کہ فلاں شخص لوگوں کے جو حالات دیکھے یا سنے ان کو بغیر جائز ضرورت کے ظاہر نہ کرے اور رسول اللہ ﷺ نے ''ترک مالا یعنی'' کی جو ہدایت مسلمانوں کو کی ہے اس پر عمل کرنے سے یہ مقصد حاصل ہوسکتا ہے۔

چغل خوری ایک فتنہ پردازی ہے جس کے نتائج بعض حالتوں میں نہایت خطرناک صورت میں ظاہر ہوتے ہیں اور قتل وخون ریزی تک کی نوبت پہنچ جاتی ہے اس کے ساتھ وہ متعدد گناہوں کا مجموعہ ہے، اور اس میں غیبت، بہتان، تجسّس، کذب وفریب، نفاق، غرض مختلف بداخلاقیوں کے عناصر شامل ہوتے ہیں، اس لئے وہ ان نتائج اور ان عناصر کے لحاظ سے گناہ کبیرہ ہے، لیکن اسی کے ساتھ وہ تمدّن ومعاشرت کا ایک جزو ہوگئی ہے، اگر امراء کے درباروں میں تملّق وخوشامد کے لئے چغل خوری کی جاتی ہے تو عام صحبتوں میں اس سے تفریحِ خاطر اور لطفِ صحبت کا کام لیا جاتا ہے، اس لئے یہ اخلاقی مرض اس کثرت سے پھیل گیا ہے کہ وہ ایک معمولی چیز بن گیا ہے اور اس کو لوگ گناہ کبیرہ نہیں سمجھتے، اسی نکتہ کو رسول اللہ ﷺ نے ایک حدیث میں بیان فرمایا ہے، حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ مدینہ کے کسی باغ سے نکلے تو دو مردوں کی آواز سنی جن پر ان کی قبروں میں عذاب ہورہا تھا فرمایا ان پر عذاب ہورہا ہے، لیکن یہ عذاب کسی بڑے گناہ پر نہیں ہورہا، حالانکہ

دو بڑے گناہ کے کام ہیں ان میں ایک تو پیشاب آڑ میں نہیں کرتا تھا اور دوسرا لوگوں کی چغلیاں کھاتا پھرتا تھا۔ (ماخوذ از سیرت النبیؐ ج ۶ ص ۲۹۱)

غیبت اور بدگوئی

علامہ شبلی نعمانیؒ

شریعت کا ایک بڑا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کی عزت و آبرو محفوظ رہے اور ان کے باہمی تعلقات خوشگوار رہیں، اس بنا پر جن بداخلاقیوں سے مسلمانوں کی عزت و آبرو کو صدمہ پہنچتا ہے اور ان کے تعلقات میں ناگواری پیدا ہوتی ہے، شریعت نے ان کی ممانعت کی ہے، اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مجموعی طور پر ان کو ایک جگہ بیان کر دیا ہے:

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰی اَنْ یَّکُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْھُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰی اَنْ یَّکُنَّ خَیْرًا مِّنْھُنَّ وَلَا تَلْمِزُوْا اَنْفُسَکُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ بِئْسَ الْاِسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ وَمَنْ لَّمْ یَتُبْ فَاُولٰئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ o یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُکُمْ بَعْضًا اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّاْکُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا فَکَرِھْتُمُوْهُ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ (حجرات)۔

مسلمانو! مرد مردوں پر نہ ہنسیں، عجب نہیں کہ (جن پر ہنستے ہیں) وہ (خدا کے نزدیک) ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں پر ہنسیں، عجب نہیں کہ (جن پر ہنستی

ہیں) وہ ان سے بہتر ہوں، آپس میں ایک دوسرے کو طعنہ نہ دو اور نہ ایک دوسرے کو نام دھرو، ایمان لانے کے بعد بدتہذیبی کا نام ہی برا ہے اور جو ان حرکات سے باز نہ آئیں تو وہ خدا کے نزدیک ظالم ہیں، مسلمانو! (لوگوں کی نسبت) بہت شک کرنے سے بچتے رہو کیونکہ بعض شک داخل گناہ ہیں اور ایک دوسرے کی ٹٹول میں نہ رہا کرو، اور تم میں سے ایک کو ایک پیٹھ پیچھے برا نہ کہے، بھلا تم میں سے کوئی اس بات کو گوارا کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے تو تم کو گھن آئے اور اللہ سے تقویٰ کرو، بیشک اللہ رجوع ہونے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

ان تمام اخلاقی احکام سے ثابت ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو اپنے قول و عمل سے مسلمانوں کے عیوب کی پردہ دری نہیں کرنی چاہئے، لیکن ان طریقوں میں سب سے زیادہ جس طریقہ سے مسلمانوں کے عیوب کی پردہ دری ہوتی ہے وہ غیبت ہے، امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ تعریض، تصریح، رمز و اشارات، تحریر و کتابت اور محاکات و نقالی، ہر طریقہ سے دوسروں کے عیوب بیان کیے جاسکتے ہیں اور ایک شخص کے نسب، اخلاق، دین و دنیا، جسم، کپڑے لتے، غرض ہر چیز میں عیب نکالا جاسکتا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے نہایت پُر زور طریقہ سے اس کی ممانعت کی ہے اور اس کو خود اپنے بھائی کے مردار گوشت سے تشبیہ دی ہے، جس میں بلاغت کے بہت سے نکتے ہیں، انسان کا گوشت محض اس کی عزت و حرمت کی وجہ سے حرام ہے اس لئے جو چیز اس کی عزت و حرمت کو نقصان پہنچاتی ہے وہ بھی اس کے گوشت کی طرح حرام ہے۔

(۲) لڑائی جھگڑے میں جب باہم مقابلہ ہوتا ہے تو بعض لوگ شدتِ غضب

میں اپنے حریف کا گوشت نوچ لیتے ہیں اگر چہ یہ بھی ایک برافعل ہے، تاہم اس میں ایک قسم کی شجاعت پائی جاتی ہے،لیکن اگر کوئی شخص حریف کے مرجانے کے بعد اس کا گوشت نوچ لے تو مکروہ ہونے کے ساتھ یہ ایک بزدلانہ فعل بھی ہے،اسی طرح اگر کوئی شخص رُودررُو کسی کو بُرا کہے تو گو یہ ایک ناپسندیدہ چیز ہے، تاہم اس میں بزدلی نہیں پائی جاتی،لیکن ایک شخص کی پیٹھ پیچھے اس کی برائی کرنا نہایت بزدلانہ کام ہے اور بعینہ ایسا ہے جیسے کوئی اپنے حریف کے مقتول ہونے کے بعد اس کا گوشت نوچ کھائے۔

(۳) لوگ شدت محبت سے بھائی کی مردہ لاش کو دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتے اس لئے جو شخص اپنے مردہ بھائی کا گوشت نوچ کھاتا ہے اس سے اس کی سخت قساوت وسنگدلی اور بغض وعداوت کا اظہار ہوتا ہے اور یہ اس لطف ومحبت کے منافی ہے جس کو اسلام مسلمانوں میں پیدا کرنا چاہتا ہے۔

(۴) مردار گوشت کا کھانا سخت اضطرار کی حالت میں جائز ہے اور اس وقت بھی اگر کسی کو انسان کے بجائے بکری کا مردار گوشت مل جائے تو وہ انسان کا گوشت کھانا پسند نہ کرے گا،اس لئے غیبت اس وقت جائز نہیں ہوسکتی جب تک کوئی شرعی، معاشرتی، اخلاقی یا سیاسی ضرورت انسان کو مجبور نہ کرے اور اس حالت میں بھی جہاں تک ممکن ہو علانیہ غیبت سے احتراز کرنا چاہئے، اور صرف رمزواشارہ سے کام لینا چاہئے، اسی قرآنی تشبیہ کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے متعدد حدیثوں میں نہایت بلیغ طریقہ پر غیبت کی برائی بیان کی ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ شب معراج میں میرا گذرا یک ایسی قوم پر ہوا جس

موجودہ حالات میں راہِ عمل

کے ناخن تانبے کے تھے اور وہ ان سے اپنے چہروں اور سینوں کو نوچ رہے تھے، میں نے جبرئیل سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ بولے یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے تھے اور ان کی عزت وآبرو لیتے تھے۔ اعمال اور اعمال کی جزاوسزا میں مناسبت ہوتی ہے ، یہ لوگ چونکہ لوگوں کا گوشت نوچ کھاتے تھے یعنی ان کی غیبت کرتے تھے اس لئے عالم برزخ میں ان کی یہ سزا مقرر کی گئی کہ خود اپنا گوشت نوچتے رہیں۔

ایک بار سخت بدبو پھیلی تو رسول اللہ ﷺ نے صحابہؓ سے فرمایا کہ جانتے ہو یہ کیا ہے؟ یہ ان لوگوں کی بدبو ہے جو مسلمانوں کی غیبت کرتے ہیں۔اس حدیث میں بھی اعمال اور جزاوسزا کی مناسبت ظاہر ہے، مردار گوشت اکثر بدبودار ہوتا ہے اس حدیث میں ایک نکتہ یہ بھی ہے اور وہ یہ کہ غیبت کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ عیوب کی تشہیر وتفضیح کی جائے ، اس لئے جس طرح غیبت کرنے والے لوگوں کے عیوب کو عام طور پر پھیلاتے ہیں اسی طرح ان کے اس عمل کی نجاست وگندگی کی بوبھی دنیا میں پھیل کر لوگوں کو ان سے متنفر کرتی ہے، اسی نکتہ کو آپ ﷺ نے دوسری حدیث میں بلاتشبیہ وتمثیل کے نہایت واضح طور پر بیان کیا اور فرمایا: اے وہ لوگو! جو زبان سے تو ایمان لائے ہو لیکن ایمان تمہارے دلوں کے اندر جاگزیں نہیں ہوا ہے، نہ مسلمانوں کی غیبت کرو اور نہ ان کے عیوب کی تلاش میں رہو کیونکہ جو شخص ان کے عیوب کی تلاش میں رہے گا خداوندتعالیٰ بھی اس کے عیب کی تلاش کرے گا ، ورخدا جس کے عیب کی تلاش کرے گا خود اس کے گھر ہی کے اندر اس کو رسوا کرے گا۔

لعنت کی رو سے غیبت کسی شخص کی غیرموجودگی میں اس کی برائی کے بیان کو کہتے

ہیں مگر مذہبی تعلیم میں شخص کی غیر موجودگی غیبت کے لئے کوئی قید نہیں، اسی طرح یہ سمجھا جاتا ہے کہ اگر کسی شخص کی واقعی برائیاں ظاہر کی جائیں تو یہ غیبت نہیں لیکن آنحضرت ﷺ کے اس اشارہ سے ان دونوں باتوں کی تردید ہوتی ہے، ایک حدیث میں ہے کہ لوگوں نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا کہ غیبت کس کو کہتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا تمہارا اپنے بھائی کی اس چیز کا ذکر کرنا جس کو وہ ناپسند کرے، کہا گیا کہ اگر میرے بھائی میں وہ عیب موجود ہو جس کو میں بیان کرتا ہوں، تو فرمایا: اگر وہ عیب اس میں موجود ہے تو تم نے اس کی غیبت کی اور اگر نہیں ہے تو تم نے اس پر بہتان لگایا۔

اس سے معلوم ہوا کہ کسی شخص کی عدم موجودگی میں اس کی برائی بیان کرنا غیبت کی تعریف کا کوئی ضروری جز نہیں بلکہ اگر کسی شخص کے سامنے اس کی برائی بیان کی جائے تو یہ بھی غیبت ہوگی، لیکن اس لفظ کے اشتقاق کی مناسبت سے اہل لغت کے نزدیک غیبت صرف اس بدگوئی کا نام ہے جو کسی کے پیٹھ پیچھے یعنی اس کی عدم موجودگی میں کی جائے، باقی کسی کے سامنے اس کے عیوب کا بیان کرنا تو یہ غیبت نہیں ہے بلکہ سب وشتم میں داخل ہے۔

اسی طرح غیبت صرف زبان تک محدود نہیں ہے بلکہ ہاتھ پاؤں، اور آنکھ کے ذریعہ سے بھی غیبت کی جاسکتی ہے، کسی شخص کی نقل کرنا، مثلاً ایک شخص لنگڑا ہے تو اس کے اس عیب کو نمایاں کرنے کے لئے لنگڑا کر چلنا بھی غیبت ہے، ایک بار حضرت عائشہؓ نے ایک شخص کی نقل کی تو رسول اللہ ﷺ نے اس پر اپنی سخت ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا۔

(ماخوذ از سیرت النبیؐ ج ۶ ص ۲۹۵)

عالم اسلام کی عظیم الشان، دینی، علمی، روحانی درسگاہ

جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

ایک نظر میں

جامعہ اشرف العلوم رشیدی عالمِ اسلام کی ایک عظیم، مشہور ومعروف دینی درسگاہ ہے، جو عرصۂ دراز (تقریباً ۷۰) سال سے دینی، دعوتی، تبلیغی، اصلاحی، تربیتی اور کتاب اللہ وسنت رسول اللہ ﷺ کی نشر واشاعت میں مشغول ہے، اسکا جائے وقوع قصبہ گنگوہ ضلع سہارنپور مغربی یوپی جمنا کے قریب ہے، جو قدیم زمانہ سے عشاق الٰہی وعشاق رسولؐ، علماء، صلحاء، فقہاء، مفسرین ومحدثین، اولیاء اللہ کا مرکز رہا ہے، جہاں پر قطب الاقطاب حضرت شیخ عبدالقدوسؒ، شاہ ابوسعیدؒ، شیخ محمد صادقؒ، شیخ عبدالنبیؒ اور رئیس الفقہاء والمحدثین، امام ربانی عالم حقانی حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ وغیرہم جیسے حضرات اکابر اولیاء اللہ پیدا ہوئے، جنکے علوم وفنون سے دنیا کا ایک بہت بڑا طبقہ فیضیاب ہوا اور ہو رہا ہے۔

جب کل نفس ذائقۃ الموت کے قاعدے سے یہ حضراتِ اہل اللہ اس دار فانی سے دار بقاء کی طرف روانہ ہوگئے اور یہ سرزمین ماہی بے آب کی طرح تڑپ اٹھی تو اللہ عزوجل نے اپنا رحم وکرم فرمایا اور ہم سب کے مشفق استاذ الاساتذہ، استاذ العلماء ومنتظم عظیم اور اپنے وقت کے مفکر اور امت کے غم میں اپنے آپ کو مٹانے والے حضرت مولانا الحاج قاری شریف احمد صاحب نور اللہ مرقدہ کو پیدا فرمایا، جو بچپن ہی سے ولی صفت انسان تھے، جنھوں نے اس ضرورتِ عظمیٰ کو محسوس فرمایا کہ اس بستی میں کوئی دینی و اسلامی مرکز ہونا چاہئے، کیونکہ یہ بستی متمنی تھی کہ یہاں پر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کا

دوردوراہو،جیسا کہ قدیم زمانہ میں یہاں سے خلق کثیر فیضیاب ہوتی رہی۔

چنانچہ آپؒ نے اوّلاً تو اپنے آپ کو علومِ الٰہیہ ومعرفتِ ربانیہ سے آراستہ وپیراستہ کیا، آپ نے ابتدائی تعلیم قصبہ گنگوہ ہی میں حاصل کی، تجوید وقرأت شیخ القراء حضرت مولانا قاری عبدالخالق صاحبؒ کے پاس پڑھی اور عالمیت کے ابتدائی تین سال (۴۴، ۴۵، ۱۹۴۶ھ) جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں زیر تعلیم رہے، حضرت والاؒ بچپن ہی سے اکابر اہل اللہ سے والہانہ تعلق رکھتے تھے اور انکی خدمت پورے اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ فرمایا کرتے تھے، اپنے بہت سارے امور میں ان سے مشورہ لیا کرتے تھے۔

چنانچہ حضرت مولانا سید عبداللطیف صاحبؒ (ناظم اعلیٰ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور) سے اپنے جذبات اور دینی حمیت کا اظہار فرمایا اور گنگوہ کی سرزمین پر ایک اسلامی مرکز قیام کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کیا، جس پر حضرت مولانا سید عبداللطیف صاحبؒ کو بے انتہاء خوشی ہوئی اور انہوں نے آپکی مبارک پیشانی کو دیکھ کر تاڑ لیا کہ یہ شخص اپنے وقت کا مردِ مجاہد ہوگا اور دینی کاموں کے لئے اپنی تمام تر کاوشوں اور مساعی کو صرف کردے گا، اس بات پر حضرت مولانا سید عبداللطیف صاحبؒ نے اپنے بہترین مشورہ سے آپ کی رہنمائی کرتے ہوئے فرمایا کہ گنگوہ جیسی سرزمین میں ایک دینی ادارہ ضرور قائم کرو اور اسکے لئے وہاں جاکر جدوجہد شروع کردو۔

الغرض آپ نے محلّہ اشرف علی کی باہرلی مسجد میں اس کام کو شروع فرمادیا اور مسجد کے احاطہ میں **جامعہ اشرف العلوم رشیدی** کی بنیاد ماہ رمضان المبارک ۱۳۶۴ھ مطابق ۱۹۴۴ء میں بہت سے حضرات علماء[1] کرام کی موجودگی میں رکھوائی اور خود تاسیسی امور میں اصل محرک کی حیثیت سے شریک رہے (یہ اسوقت کا زمانہ ہے جبکہ آپ مدرسہ مظاہر علوم میں زیر تعلیم تھے، اسی وقت

---

[1] جن میں دیوبند اور سہارنپور کے کبار مشائخ شامل تھے، جیسے شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ اور حضرت مولانا شاہ عبداللطیف صاحب قدس سرہ ناظم جامعہ مظاہر علوم سہارنپور۔

آپ کے دل میں گنگوہ میں مدرسہ قائم کرنے کا داعیہ اور جذبہ پیدا ہوگیا، اس مخلصانہ جذبہ کی اللہ تعالیٰ نے بے انتہا قدر فرمائی اور ترقیات سے نوازا اور قبولیت عامہ وتامہ عطا فرمائی) اور اللہ عزوجل پر مکمل اعتماد و بھروسہ کرکے کام شروع فرمادیا، آپ نے اس ادارہ کو پروان چڑھانے اور اس کے تعلیمی و تعمیری امور کو عمدہ سے عمدہ اور بہترین سے بہترین بنانے کی خاطر اپنے تن، من، دھن، کی بازی لگادی اور اسکو بام عروج تک پہونچانے کیلئے اپنے آپکو بالکل فنا کردیا اور اپنے تمام تر آرام وسکون کو چھوڑ کر ہمہ وقت اسی میں مصروف عمل رہے، (اس دوران اندر باہر سے بہت زیادہ مخالفتیں ہوئیں مگر حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ جبل استقامت بن کر دین متین کی پورے اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ رات ودن خدمت کرتے رہے۔

غرضیکہ آپؒ نے اپنے تماتر آرام وسکون کو چھوڑ کر تمام عمر اسی میں لگادی، یہاں تک کہ آپکی حیاتِ مبارکہ کا ہر ہر سانس جامعہ کی فکر وترقی اور طلبہ علوم نبوت کی اصلاح وتربیت، عوام وخواص کی جانی، مالی علمی وروحانی خدمت اور امت کے دردوغم اور انکی اصلاح کی صورتیں اختیار کرنے اور اس پر ابھارنے میں گذرا، اسطرح اللہ تعالیٰ نے اپنے اس محبوب وپیارے بندہ کو خدمتِ خلق اور اپنی طاعت وعبادت کی جامعیت سے سرفراز فرمایا، آپؒ اپنے وقت کے ایک بہترین منتظم، بہترین خطیب وواعظ، داعی ومبلغ، بہترین مدرس، مصلح ومربی، مفکر ومدبر، کثیر تلاوت کرنے والے، اللہ کے سامنے رونے والے،

اخلاقِ حمیدہ کے جامع ، بہت سارے کمالات اور صفات کا مجمع اور سنگم، مخلوقِ خدا پر بے انتہا شفیق ، اکابر گنگوہ کے سچے جانشین ، اللہ اور انکے رسول ﷺ کے سچے عاشق تھے ۔

جامعہ اشرف العلوم رشیدی انکے اسی عشق کا مظہرِ جمیل ہے، آخر وقت میں رسول پاک ﷺ کی خواب میں زیارت کا شرف حاصل کرتے ہوئے اپنے رب کے حضور میں انعامات جلیلہ حاصل کرنے کیلئے روانہ ہوگئے، اللہ پاک آپ کے درجات کو بلند سے بلند فرمائے اور آپ کے لگائے ہوئے گلشن ”جامعہ اشرف العلوم رشیدی“ کی ہمیشہ حفاظت فرمائے، تمام حاسدین ومفسدین کے شرور وفتن سے ادارہ کی ہر وقت وہمہ جہت حفاظت فرمائے آمین۔

آہ جبکہ وہ اللہ کا عاشق فانی فی اللہ و فانی فی الرسولؐ اپنے اس لگائے ہوئے نورانی وروحانی گلشن اور ہم جملہ محبین میں موجود نہیں ،مگر آپ کا لگایا ہوا باغ الحمدللہ ہر طرح تروتازہ ہے اور اپنے مقصد میں ترقیاتِ ظاہری و باطنی کے ساتھ رواں دواں ہوکر اپنے تمام اکابر اہل اللہ علماء سلف ، بصرہ وکوفہ ، بغداد وسمرقند اور بخارا کی یاد تازہ کررہا ہے اور بہت سے علوم ومعارف کے تشنگان یہاں آکر اپنی اپنی مکمل پیاس بجھا کر اپنے علاقوں میں جاکر شریعت مطہرہ وسنت نبوی ﷺ کی ترویج واشاعت میں مشغول ہیں، جامعہ کا فیض تقریباً دنیا کے ہر خطے اور ہر علاقہ میں پہونچ چکا ہے اور پہونچ رہا ہے، ملک وبیرون ملک سبھی جگہوں میں یہاں کے فارغین جارہے ہیں ، اب تک جامعہ ہذا سے واسطہ بلاواسطہ فیض حاصل کرنے والوں کی ایک بہت بڑی تعداد ہے، اللہ پاک ان کو اپنی مادرِعلمی کی قدردانی کی توفیق بخشے آمین ۔

جامعہ ہذا کا کل کار تعلیم بہت سے شعبہ جات پر مشتمل ہے جو مندرجہ ذیل ہے

(1) شعبۂ افتاء (2) شعبۂ عربی (3) شعبۂ تمرین (4) شعبۂ فارسی (۵) شعبۂ تجوید وقرأت (6) شعبۂ حفظ قرآن کریم (7) شعبۂ ناظرہ قرآن کریم (8) شعبۂ دینیات (9) شعبۂ اردو (10) شعبۂ پرائمری درجات از ابتدائی تادرجہ۵ (11) شعبۂ جونیئر درجہ 1/ تا ز درجہ 6/ تادرجہ 8 (12) شعبۂ تبلیغ وارشاد (13) شعبۂ اصلاحِ معاشرہ وتزکیۂ نفوس اور مجلس ذکراللہ (14) شعبۂ خطابت (15) شعبۂ صحافت (16) شعبۂ کتابت (17) شعبۂ کمپیوٹر۔

ہر شعبۂ جات میں ماہرین اساتذہ تعلیمی امور انجام دے رہے ہیں، حضرات اساتذہ وملازمین کی کل تعداد 83/ ہے، بیرونی طلبہ 714/ مقامی 981/ کل تعداد طلبہ 1695/ ہے، ادارہ طلباء کی ضروریات کا ہر طرح خاص خیال رکھتا ہے اور مسائل شرعیہ میں عوام الناس کی مکمل رہنمائی کی جاتی ہے، جامعہ ہذا کا احاطہ بہت وسیع وعریض ہے، جسکے تحت تین مسجدیں، کتب خانہ، دارالقرآن دارالحدیث، دارالتجوید دفتر تعلیمات، مہمان خانہ، واٹر ٹینک، جنریٹر روم، مطبخ، عربی فارسی درسگاہیں، طلبہ کی رہائش گاہیں، مطالعہ گاہ، تکرار گاہیں، جامعہ کا صدر دروازہ جو بہت سے کمروں پر مشتمل ہے، جن میں پرائمری

درجات کے بہت سے طلبہ زیرتعلیم رہتے ہیں، فیضانِ رشید شاخ جامعہ ہذا جو دو کمروں پر مشتمل ہے، شاخ نعمت الصالحات جامعہ ہذا جس میں تقریباً ۴۰۰ طالبات دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ عصری تعلیم درجہ 5/ تک حاصل کررہی ہیں، جگہ تنگ ہونے کے باعث بڑی عمارت درکار ہے، جامعہ کا سالانہ خرچ تقریباً 76 / لاکھ ہے۔

اورمزید اس پرفتن وپرآشوب دور میں احقاق حق اور ابطال باطل کرنے، اسلام، مسلمانوں اور کتاب وسنت کی صیانت وحفاظت میں پوری مساعی صرف کررہا ہے۔

اسوقت جامعہ ہذا کے روح رواں وناظم جناب حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم صاحبزادۂ محترم حضرت مولانا الحاج قاری شریف احمد صاحبؒ (بانی ومؤسس جامعہ ہذا) ہیں، جواب جامعہ کی تمام تر ذمہ داریوں کو باوجودیکہ آپ اپنی علمی مشغولیات ''بخاری شریف جلد ثانی، ترمذی شریف مکمل، شعبۂ دارالافتاء کی اہم ذمہ داری'' مدرسہ کے پورے عملہ اساتذہ وطلبہ کی ہمہ وقت نگرانی ودیکھ بھال جیسی اہم ترین ذمہ داریوں کو بحسنِ خوبی انجام دے رہے ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ نے علوم ومعارف کا ایک بہت بڑا حصہ عطا فرمایا ہے، متعدد اولیاء اللہ سے بیعت وخلافت کی اجازت حاصل ہے، جن میں سرفہرست حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاپگڈھیؒ، جامع شریعت حضرت مولانا قمرالزمان صاحب الہ آبادی مدظلہ العالی وپیر طریقت واقف اسرار حقیقت شیخ محمد آصف حسین صاحب فاروقی نقشبندی مجددی

مدظلہ العالی وجامع الاصاف والکمالات حضرت مولانا سید محمود حسن صاحب ''خلیفہ حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ''۔

الحمد للہ اس وقت علماء اور عوام الناس کا ایک بہت بڑا طبقہ آپ سے منسلک ہے اللہ پاک آپکی حیات سعیدہ ومبارکہ میں خوب برکت فرمائے اور آپکی ذات سے عالم اسلام کو خوب فائدہ پہونچائے، اللہ تبارک وتعالیٰ اخلاص کے ساتھ دینی روحانی علمی عملی مکمل فائدہ اٹھانے کی توفیق بخشے اور پروردگار عالم حضرت والا کی زندگی میں خوب برکت عطا فرمائے کہ آپکا سایۂ عاطفت ہمارے سروں پر تادیر قائم دائم رکھے۔

اللھم احشرنا مع المتقین والا برار والمؤمنین المخلصین

آمین یا رب العالمین